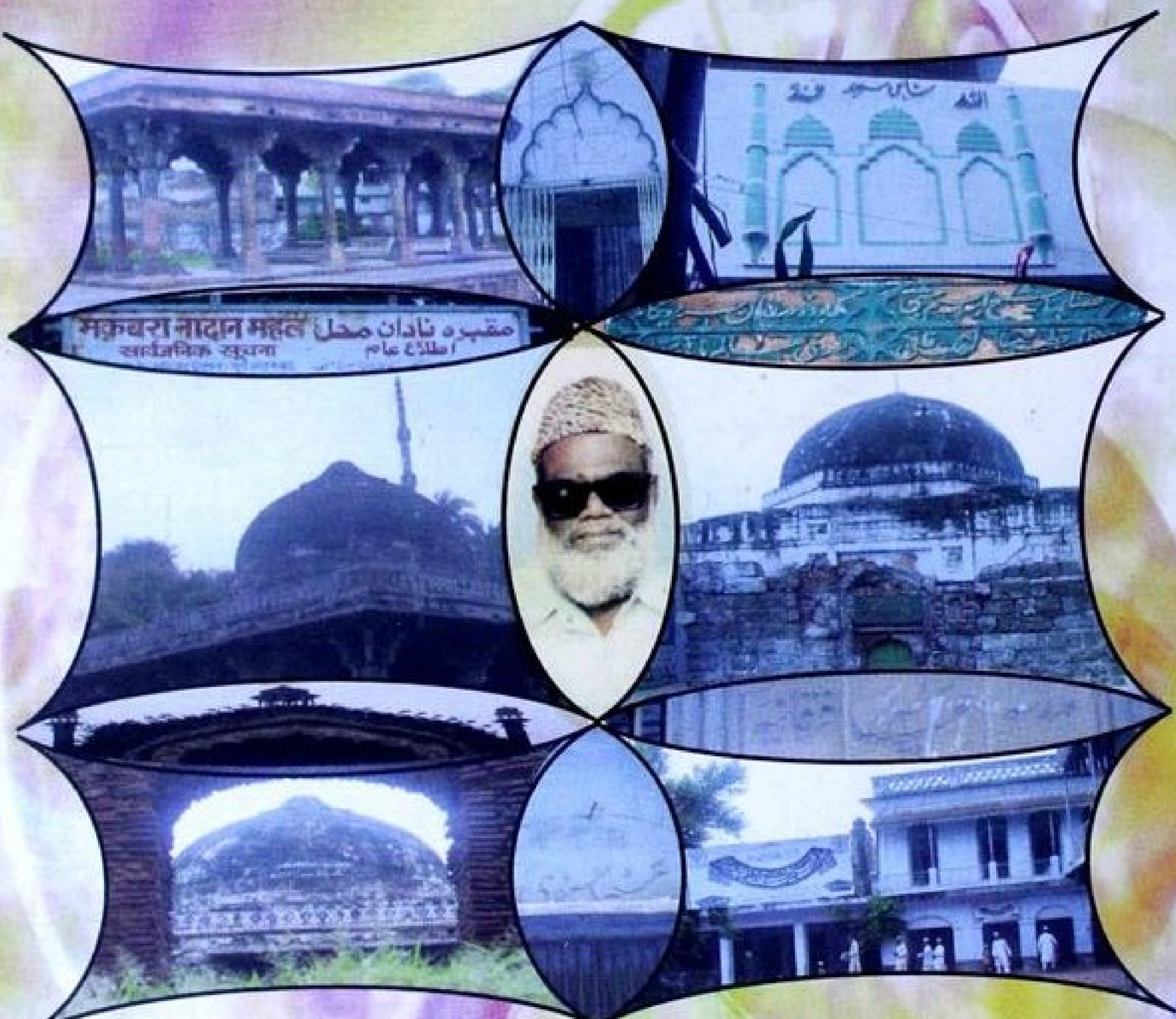
دیوانِ احمر لکھنوی

پیش لفظ

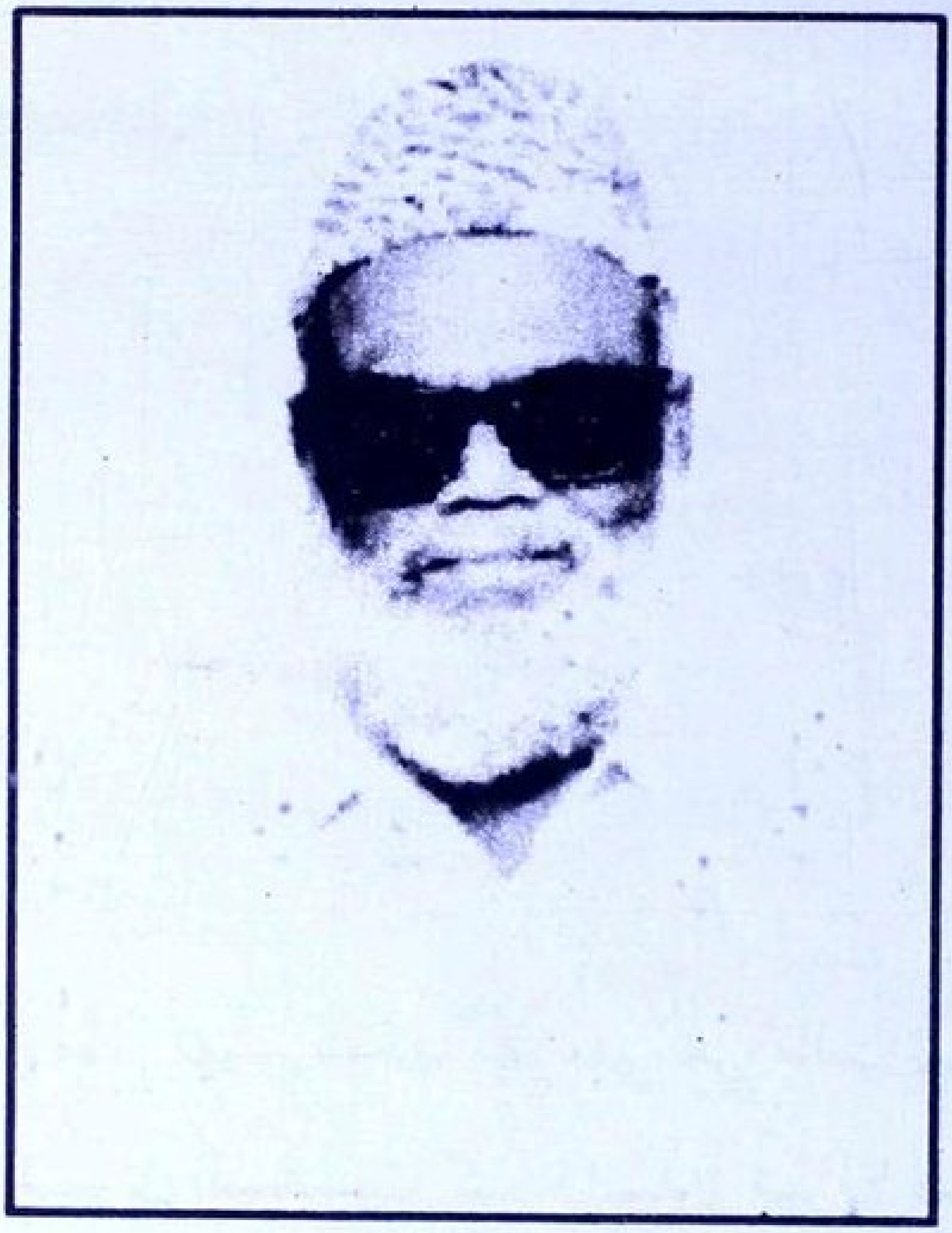
تیسیر محمد کینیڈا



ترتیب و تدوین مع مقدمہ

ڈاکٹر عمر غزالی

دیوانِ احمر لکھنوی



حافظ مولوی قاری انوار الحق احمر لکھنوی

آنکھوں سے نہیں دیکھا پھر بھی ھے طلب تیری
دل بر تری اُلفت کا انداز نرالا ھے

(احمر لکھنوی)

دیوانِ احمرؔ لکھنوی

حافظ مولوی قاری انوار الحق احمرؔ لکھنوی

پیش لفظ

تیسیر محمد (کینیڈا)

ترتیب و تدوین مع مقدمہ

ڈاکٹر عمر غزالی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، ہگلی محسن کالج (بردوان یونیورسٹی)

کتاب	:	دیوان احمر لکھنوی
شاعر	:	حافظ مولوی قاری انوار الحق احمر لکھنوی
پیش لفظ	:	تیسیر محمد (کینیڈا)
ترتیب و تدوین مع مقدمہ	:	ڈاکٹر عمر غزالی
اشاعت	:	۲۰۱۳ء
تعداد	:	۵۰۰
قیمت	:	۳۰۰/روپے
کمپوزنگ	:	اِنجلا گرافکس، کولکاتا

Distributors

- **Taiseer Mohammed, 452 Savoline Blvd. Milton L9T 7X6 ONT, Canada**
- **Zaid Mohammed, R & R Enterprises, 2nd Flr., Ocean View Court, 31, Mody Rd.,Tsim Sha Tsui, Kowloon, Hong Kong.**
- **Miftah Mohammed, 46, Doghrust Avenue, UB3 5BJ, Harlington & Hayes, Middlesex, U.K.**
- **Misbah Mohammed, 29, Rattu Sarkar Ln., Kolkata - 73**
- **Hafiz Tauqeer Mohammed, Bagati House, 34, Ganesh Ch. Avenue, Kolkata - 13**
- **Dr. Omar Ghazali, 148/B, C.R. Avenue, Kolkata - 07**

DEEWAN-E-AHMER LUCKNAWI

(A Collection of Poetry)

By : Hafiz Maulvi Qari Anwar-ul-Haq Ahmer Lucknawi

Preface : **Taiseer Mohammed**, Canada (taiseer142@hotmail.com)

Edited & Compiled By : **Dr. Omar Ghazali**, *Associate Professor*

Deptt. of Urdu, Hooghly Mohsin College (B.U.), omarghazali@yahoo.com

Edition : 2013 - Price : Rs. 300/-

Publisher : Friends Book Depot, 37, Karl Marx Sarani, Kidderpore, Kolkata - 23

ISBN : 978-81-926937-8-1

انتساب

اُن بے نور آنکھوں

کے

نام

جن میں ہمیشہ روشنی جگمگاتی رہی!

فہرس

نعتیں

سلام

غزلیں

غزلیں

غزلیں

غزلیں

نوحے

نظم 'عید کے دن'

نظم 'عید کے دن'

قطعات

پیش لفظ

"بیٹا! ذرا دھیان سے چلیں!"

یہ تھے میرے ابا۔ بظاہر کرخت مگر ان کی پیار بھری آواز نے میرے ننھے سے ذہن کو جیسے جھنجھوڑ دیا تھا کیوں کہ رکشہ والے کی قمقموں جیسی گھنٹی کی آواز ابا کے کانوں میں پہلے گئی اور فوراً ہی میری عمر کا خیال رکھتے ہوئے مجھے ہوشیار کیا۔ یہ عصر اور مغرب کے بیچ کا وقت تھا اور میں سنٹرل ایونیو کی کشادہ فٹ پاتھ پر آہستہ آہستہ سہما سا، ابا کو لے کر پڑھانے جا رہا تھا۔ یہ تھا میرے روز کا معمول۔ اُس وقت میری عمر ۷ ربرس کی تھی، جب سے لے کر ابا کی وفات تک زیادہ تر وقت دستر خوان سے لے کر ہر بڑی سی بڑی یا چھوٹی سی چھوٹی چیز میں ان کے ساتھ رہا۔ میری زندگی میں ان کی حیثیت ایک والد کے ساتھ ساتھ ایک مشفق استاد اور بہت حد تک ایک دوست کی تھی۔ جب دیوان اور مقدمہ کا سلسلہ بندھا تو خود بہ خود ماضی کے اوراق کھلتے چلے گئے۔ ان کی ذاتی، سماجی، ثقافتی، علمی، ادبی اور دینی زندگی کو بہت قریب سے دیکھا۔ گرچہ ان کے علم روحانیت پر کچھ لکھنے سے قاصر ہوں، ایسے ان گنت واقعات ہیں جو میرے سامنے رونما

ہوئے قسطوں میں، مگر مجھے سمجھ میں نہیں آسکے اور نہ ہی میں نے زندگی کے کسی بھی حصہ میں سمجھنے کی کوشش کی۔ آج میں ان کی زندگی کی اس خواہش کی تکمیل کرنے جا رہا ہوں جو بہت ساری وجوہات کی بنا پر پوری نہ ہوسکی۔

میرے ابا کا پورا نام انوارالحق، تخلص احمرؔ لکھنوی ہے اور میرے دادا جان کا نام اللہ بخش ہے۔ ماہر قرأت ہونے کی وجہ سے لوگ اعزازاً 'قاری صاحب' کہا کرتے تھے۔ ان کی پیدائش ۶/مارچ ۱۹۳۸ء ناداں محل، لکھنو میں ہوئی۔ بقولِ والد ۳/سال کی عمر میں خسرہ کی وجہ سے بینائی جاتی رہی۔ آپ کی ابتدائی تعلیم محلہ کے مدرسہ سے شروع ہوئی اور حفظ مکمل کیا۔ بعد میں مدرسہ فرقانیہ چوک اور دارالمبلغین پاٹانالہ سے مولویت، قرأت، عشرہ بہ طریق طیبہ و درہ مکمل نظامیہ حاصل کی۔ کسی یونانی طبی مدرسہ کے نہ ہونے کی وجہ سے سند یافتہ طبیب تو نہ بن سکے لیکن غائر مطالعہ اور علمیت نے انہیں اس فن میں طاق کر دیا تھا۔

اوسط درجہ کا قد، بھاری بدن۔ ہمیشہ سر پر مخملی لمبی ٹوپی، بڑے پائچے کا پاجامہ اور آنکھوں پر کالے رنگ کا چشمہ لگایا کرتے تھے۔ سفید رنگ اور خوشبو بے حد پسند تھی۔ پان نوش کرنا مع اشرف علی تمباکو عادت میں شامل تھا۔ عادتاً غصہ وَر اور جذباتی لیکن نرم دل اور حق گو تھے۔ میں نے اپنے ابا کی طرح کم ہی ایماندار لوگ دیکھے ہیں۔ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے وضع قطع اور نشست و برخاست سے پتہ چلتا تھا کہ کسی اہلِ زبان سے محوِ گفتگو ہیں ہم۔ سماجی حلقہ وسیع ہونے کے سبب دنیاوی موضوعات بھی زیرِ بحث آتے۔ ریڈیو نشریات سے فٹ بال، کرکٹ اور خاص کر ہاکی کی کمنٹری کے ساتھ ساتھ خبریں سنا کرتے تھے۔

۸/دسمبر ۱۹۹۵ء کو لکھنؤ میں ایک رشتہ دار کی تعزیت میں گئے تھے، جہاں ان کا انتقال ہوا اور اپنی موروثی آرام گاہ، چمن عیش باغ میں مدفون ہوئے۔ ماشاء اللہ ان کے ۶/لڑکے اور ۴/لڑکیاں ہیں اور پانچ ہزار سے زیادہ شاگرد ہیں، جو دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۱۶/سال کی عمر میں کلکتہ تشریف لائے اور مختلف مدارس سے منسلک رہے، جن میں مصباح العلوم، فیض العلوم اور دیگر درس و تدریس دینی طور پر ذریعۂ معاش سے جڑے

رہے۔ طبی اور روحانی تعلیم نے انہیں خاصی شہرت بخشی اور کلکتہ میں بے حد مقبول ہوئے۔ بقول ان کے:

احمر یہ مشغلہ ہے ہمارا
روز قرآں کا سننا سنانا

ایسے بہت سارے اشعار ہیں، جن سے ان کی دینی وابستگی کا عکس ہویدا ہے۔

دینی نظریہ گرچہ دیو بندی تھا مگر ذہن کشادہ رکھتے تھے۔ ان کی لکھی نعتیں، مناجات، مرثیے اور نظموں میں وسیع سوچ جھلکتی ہے۔ عاشقِ رسول ہونے کے ساتھ ساتھ اولادِ رسول سے محبت میں لکھے گئے مرثیے اچھے دلائل پیش کرتے ہیں۔ صوفیانہ تخیل اور مجذوبانہ پہلو ان کی غزلوں میں عام ہے۔ اپنے مدرسہ فرقانیہ سے کافی اُنسیت رکھتے تھے۔ میں نے خود اپنے والد کو اپنے استاد کے پاؤں دباتے دیکھا۔

روحانی پہلو جو میرے لئے اب بھی ایک معمہ ہے اور میں اس سے پردہ بھی نہیں ہٹانا چاہتا۔ اکثر ابا کو میں نے حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء، مولانا جلال الدین رومیؒ، فرید گنج شکرؒ، قطب الدین بختیار کاکی کو ایصال ثواب پہنچاتے اور دعاؤں میں یاد کرتے دیکھا۔ ہاں، اکثر اکیلے میں کسی سے بات کیا کرتے تھے اور اکثر میں ایک خاص نام ان کے منہ سے سنا کرتا تھا جو کہ اب میرے دل کے نہاں خانے میں بند ہے۔ ابا کے بارے میں یہ بات بہت مشہور تھی کہ وہ پایہ کے عامل تھے مگر نہ تو میں نے ذاتی طور پر ان سے استفسار کیا اور نہ ہی انہوں نے اس کا کبھی تذکرہ کیا۔

شاعری ابا کے خمیر میں رچی بسی تھی۔ اس میں سب سے بڑا دخل جائے پیدائش لکھنو کا ہے۔ ماحول، احباب، گلی کوچوں کے ادبی گہواروں نے اس شاعرانہ طبیعت کی بنیاد رکھی اور پھر منظم تعلیم نے اس کی آراستگی کی جو زندگی بھر ان کی ذات سے چمٹی رہی۔ ان کا اندازِ سخن روایتی تھا، جسے فخریہ طور پر ادبی مرہونِ منت سمجھتے تھے اور اس ادبی شمع کو فروزاں کرنے کو اپنی زندگی کا اہم مقصد متصور کرتے تھے۔ یوں تو ان کی شاعری کی ابتدا بچپن میں ہو چکی تھی مگر اعلانیہ

فیض تلمذ ۱۹۵۶ء میں جرمؔ محمد آبادی سے ہوا اور شجری طور پر خود کو آرزو لکھنوی اور پرتو لکھنوی سے جوڑ رکھا تھا۔

بطور شاگرد دبستانِ جرم سے وابستہ رہے اور تقریباً ۳۵ رسال تک اس ادارے سے فیضیاب ہوتے رہے۔ جہاں تک ابا کی شاعری کا تعلق ہے، میرے خیال سے اسے دو ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور ۱۹۵۴ء سے لے کر ۱۹۶۸ء تک جبکہ دوسرا ۱۹۸۳ء سے ۱۹۹۵ء تک۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں نے ۶۸ء سے ۸۳ء تک اشعار کہتے نہیں سنا تھا۔ پھر اچانک ۸۳ء میں ان کا دوسرا دور شروع ہوا، جن میں رہبر لکھنوی اور ریاض غازی پوری کی کاوشوں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تقریباً ۱۶ رسال جو گمنامی و تاریکی کی نذر ہوئے، وہ ان دنوں گھریلو ذمہ داریوں میں ایسے الجھے کہ گیسوئے سخن کے پیچ وخم سنوار نہ سکے۔ یہ وہ سال تھے، جب ابا نے اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ صرف کی تھی۔

پہلا دور

ابا کی اس دور کی شاعری ابتدائی طور پر رومانی ہوا کرتی تھی جس میں مذہبی خیالات کا بھی خاصا دخل تھا۔ الفاظ سہل اور سامنے کے لیکن چاشنی سے بھرے اور جو سماعت سے ہم آہنگ ہو کر دل میں اُترنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ یہ غزلیہ روایتی انداز اور ان کا ادبی طرز بیان آج کے دور میں ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے، ان کے اندر فطری طور پر غالب ہے۔ ان کی اس دور کی شاعری میں گلابی زندگی، روایتی مجنونانہ کیفیت، صوفیانہ عکس، مجذوبانہ کیفیت، زلف ورخسار، شیخ وزاہد، شراب وشباب اور ہجر ووصال کا بے کم وکاست ذکر ملتا ہے۔

دوسرا دور

یہ وہ دور ہے، جب میں ان کے ساتھ اس دور کا حصہ رہا۔ آنکھ سے معذور ہونے کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہر جگہ رہا۔ گرچہ یہ پہلے پہل کافی گراں گذرتا تھا کیونکہ ذہنی بالیدگی نہیں

آئی تھی کہ میں ان ادبی محفلوں کو سمجھ سکتا مگر بعد میں یہی وہ محفلیں تھیں، جنھوں نے آج کے تیسیر کی بنیاد رکھی۔ یہ شروعات اس طرح سے ہوئی کہ ریاض غازی پوری اور رہبر لکھنوی صاحبان اکثر گھر تشریف لایا کرتے تھے۔ایک دن وہ آئے اور نازش سکندر پوری کے اعزاز میں مشاعرے کا اعلان کرتے ہوئے مصرع طرح دے دیا اور مجھ سے کہا گیا کہ میں یہ لکھوں:

ع مضامینِ نو یوں سخن وَر تراشے

پھر کیا تھا، دبستانِ جرم سے جڑے تمام افراد، شعرأ اور مداح دونوں کی شکل میں واپس آہستہ آہستہ ریاض غازی پوری اور رہبر لکھنوی اور نازش سکندر پوری کی سربراہی میں لبیک کہتے ہوئے آنے لگے۔ ان لوگوں نے بزم کو دوبارہ زندہ کیا۔شاگردان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا گیا۔اب ماہانہ ،سہ ماہی، سالانہ مشاعرے اور مرثیہ خوانی کی محفلیں اور ادبی جلسے تواتر کے ساتھ ہونے لگے۔ اکثر محفلیں ہمارے گھر پر ہوا کرتی تھیں، جن کی ذمہ داری میرے سر ہوا کرتی تھی اور ٹی وی پر دکھائی جانے والی فلم اس کی نذر ہو جاتی تھی کیونکہ یہ ہمیشہ اتوار کو ہی ہوا کرتی تھیں۔

ابا کی اس دور کی شاعری میں، میں نے کافی بدلاؤ دیکھا۔اب وہ صرف ایک شاعر نہ تھے بلکہ ایک باپ، دوست، استاذ اور ایک معذور انسان بھی تھے، جن کے دل میں سمندر کی سی وسعت تھی۔ بظاہر ساکت لیکن اس کی زیریں لہروں میں ہلچل اور ہنگامہ اور یہ اضطرابِ زندگی سے عبارت تھا۔ابا اپنی شاعری میں خیالات کو ارتقاعی طور پر استعمال کرتے تھے۔الفاظ کے درو بست پر ان کی خاص نظر تھی۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کسی شعر کو قلم بند کرنے سے پہلے اگر کسی لفظ پر کوئی شبہ ہوا تو فوری طور پر ادبی مباحثہ کو بہتر سمجھتے تھے۔ الفاظ کی باریک بینی، صرف ونحو کا تال میل، فاعلاتن، فاعلن کی آواز آج بھی بازگشت بنی ہوئی ہے۔ جدت تراشی قدرتی طور پر ان کے اندر تھی۔

ابا نے بہت حد تک جدید طرز کو اپنانے کی کوشش کی مگر چونکہ لکھنویت کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا، چاہ کر بھی اسے شاعری کا حصہ نہ بنا سکے اور اسی روایتی انداز پر انہوں نے اپنی آخری دور کی بھی شاعری کی۔

ابا اور میں

گھر میں بڑے ہونے کی وجہ سے زیادہ تر میرا وقت ابا کے ساتھ گذرا۔قرآن کی تعلیم انہوں نے مجھے دی اور ان کی نگرانی میں، میں نے چار پارے حفظ کئے تھے۔عربی تجوید، مخرج، اُردو اور فارسی کی بنیادی چیزیں میں نے ابا سے سیکھیں۔ان کی بات چیت، اندازِ بیان اور ذہانت سے میں بے حد متاثر تھا۔میں نے اب تک بہت کم لوگ ایسے ذہین دیکھے۔مجھے ایسے ذہن کا ہمیشہ انتظار رہے گا۔ابا کے ساتھ میری اتنی قربت کی ایک اور وجہ بھی تھی کہ ان کی آنکھیں نہیں تھیں۔اب بھی میں اپنے والد کے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتا ہوں، جن کو تھام کر ان کی آنکھیں بن کر انہیں راستہ دکھاتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا کرتا تھا، زندگی کے چھوٹے بڑے کاموں میں ان کے ساتھ ہوا کرتا تھا۔ٹوپی، رومال سے لے کر بیت الخلا تک لے جانے میں ہم سب فخر محسوس کرتے۔ابا کے دوسرے دور کی شاعری میں مجھے ایک کاتب کی حیثیت حاصل ہے۔مجھے ہمیشہ ہجے اور تلفظ پر ڈانٹ پڑا کرتی تھی، خوش خط نہ ہونے پر اور زیادہ۔کیونکہ میں اپنی کرکٹ کے لئے وقت نکالنا چاہتا تھا جبکہ ابا اپنی کتابت لیکن انہی کی ڈانٹ آج میری شخصیت کا حصہ بنی ہوئی ہے۔

جو بھی مشاعرہ یا ادبی محفلیں ہمارے گھر پر ہوا کرتی تھیں، ان کے نظم کی ذمہ داری مجھے ہی دی جاتی۔گھر کی صفائی کے ساتھ ساتھ اماں کا ساتھ دینا، جن میں کھانے سے لے کر پان اور چھالیا سب کچھ اس ننھی سی جان کو انتظام کرنا پڑتا تھا۔ان میں چھوٹے بھائی بہن اور دوست اکثر ساتھ دیا کرتے تھے مگر نہ سمجھ میں آنے والی شاعری نے، جسے جبراً سننا پڑتا تھا، ادبی جراثیم کو پنپنے میں کافی مدد کی۔یہ محفلیں وہ عظیم محفلیں تھیں، جنھیں میں کبھی بھلا نہیں سکتا۔

ابا کے ساتھ اکثر میرے مباحثے اور ادبی نوک جھونک ہوا کرتی تھی مگر ابا ہونے کا وہ ہمیشہ آخر میں فائدہ اُٹھاتے تھے اور مجھے ایک فرماں بردار بیٹے ہونے کا ثبوت دینا پڑتا تھا۔

کلکتہ میں جگہ کی قلت تھی جس کی بنا پر زندگی کے پہلے دور میں ابا کا دارالمطالعہ ایک صندوق تھا، جہاں ابا کی، جو بعد میں نئے گھر کی وجہ سے ایک خاص حصہ کتابوں کی الماری کے

لئے وقف کر دیا گیا، اسے خاص طور پر میں پڑھا کرتا تھا۔ کسی طرح گرتے پڑتے عربی اور فارسی کی کتابیں اور خالص پرانی اردو میں لکھی عبارتیں کسی طرح نکل کر سامنے آتی تھیں۔

ابا ہمیشہ ہم تمام بھائی بہنوں کی تربیت اور تعلیم میں دھیان دیتے۔ یہ ان کی اور ہماری اماں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ ہم آج سب اپنے پیروں پر کھڑے ہیں۔ یہ انہی کی تعلیم اور تربیت ہے کہ ہم ہر جگہ اور ہر محاذ پر سرخرو ہیں۔ ان کی ایمان داری، سادگی، خلوص، بھولا پن کے ساتھ ساتھ مصیبت میں ثابت قدمی اور استقلال انہی کی رہینِ منت ہے۔

احباب

ابا کے چند احباب کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کیونکہ انہوں نے ابا کے ساتھ کافی وقت گذارا۔ یہ وہ چند احباب ہیں، جنھوں نے ابا کو بہت قریب سے دیکھا اور سمجھا۔ ادبی، علمی، ثقافتی زاویہ سے خیالات کا تبادلہ کیا۔ ان میں رہبر لکھنوی اور ریاض غازی پوری کے نام سرفہرست ہیں۔ ان دونوں کا تعلق دبستان جرم سے تھا اور ایک طویل عرصہ ابا نے ان کے ساتھ گذارا تھا۔ ابا نے جرم محمد آبادی کی رحلت کے بعد کسی سے اصلاح نہیں لی۔ یہ تینوں حضرات مل بیٹھ کر ایک دوسرے کی اصلاح کر دیا کرتے تھے۔ جہاں تک میرا خیال ہے، یہ زیادہ تر انا کا معاملہ تھا۔

یونس میگھانی ایک ایسا نام ہے، جن کے بغیر ان کے کلام کو یکجا کرنا ناممکن تھا۔ انہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود ان چھوٹے چھوٹے پُرزوں کو پڑھا، پھٹے ہوئے کاغذوں کو صبر و تحمل کے ساتھ ترتیب دیا اور آخر میں ایک خوش نویس کی حیثیت سے ابا کے کلام کو کچھ حد تک نقل کیا۔ میں ذاتی طور پر بھی ان کے اخلاق سے کافی متاثر ہوں۔ اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے۔

برکت اللہ چمڑے والے کی دوستی لکھنؤ سے تھی جو کہ کلکتہ میں آکر ان کے بچوں کی دینی تعلیم کی سرپرستی میں تبدیل ہوگئی۔ ابا کی ان کی دوستی اب بھی معمہ ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ابا

روحانی طور پر ان کے کاروباری فیصلوں کو ہری جھنڈی دکھایا کرتے تھے جس کا مجھے علم نہیں۔ ہاں میرا کافی وقت ان کے دفتر میں گذرا اور میری کاروباری تعلیم کا پہلا مدرسہ ان کا آفس ہی تھا، جب مجھے فائلنگ کے کچھ کاغذات دیئے گئے تھے اور کام مکمل ہونے پر مجھ پر کچھ مسکراہٹیں عطا ہوئی تھیں۔ میں نے برکت اللہ سے بڑا اقبالؔ کا شیدائی آج تک نہیں دیکھا۔ 'کلیاتِ اقبال' انہیں ازبر تھا۔ یادداشت غضب کی تھی۔ ابا کے ساتھ اکثر محفلیں ہوا کرتی تھیں۔

حافظ صادق حسن ابا کے عزیز شاگردوں میں تھے۔ ڈی سی ایم کپڑے کا شوروم اور حافظ ہوٹل کے مالک۔ کافی قریب تھے ابا کے۔ خاصا وقت گذرا ان کا ابا کے ساتھ۔ بڑے نیک اور مرنجان مرنج انسان تھے۔ اللہ مغفرت کرے ان کی! زندگی کی چھوٹی بڑی چیزوں میں ہمیشہ شامل رہے۔ ہمیشہ ہم بھائی بہنوں کو بھائی بہن کی طرح سمجھا۔ میری تربیت میں ان کا بھی ہاتھ ہے۔ ابا جب کلکتہ میں نہیں ہوتے تھے تو کبھی آپا کو مجھے ڈانٹ کھلوانی پڑتی تھی تو انہیں کو فون کیا جاتا تھا۔

عاقل دہلوی بھی ابا کے عزیز شاگردوں میں تھے۔ روحانی طور پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے۔ ان دونوں کے درمیان کی بات چیت مجھے آج تک سمجھ میں نہیں آسکی۔ یہ راز و نیاز کی باتیں ایک دوسرے کے قلب وجگر کی اسیر تھیں۔

۱۹۹۵ء میں ابا کی رحلت کے بعد ہم سب اپنے کیرئیر میں اتنے مشغول ہوئے کہ چاہ کر بھی اہم اور ضروری اُمور کو انجام نہ دے سکے جس سے فائدہ یہ ہوا کہ ہمارا مرکز صاف رہا، منزلیں آسان ہوتی گئیں۔ ابا کی ایک بہت بڑی خواہش تھی کہ وہ اپنے دیوان کو ترتیب دے کر چھپوا سکیں، مگر وقت نے ساتھ نہیں دیا اور حالات سازگار نہیں تھے کہ ان کے دیکھے ہوئے خواب کی تعبیر تلاش کر سکیں۔ اس لئے یہ کام ابا کے انتقال کے بعد ادھورا رہ گیا۔ پھر ہم تما بھائی بنجارے کی طرح گلوبل ویلیج میں نکل گئے۔ میرا سفر سعودی عرب سے شروع ہو کر دبئی سے ہوتا ہوا کینیڈا تک پہنچا، جہاں کی روٹین لائف نے تھوڑا سا سانس لینے کا وقفہ دیا۔ پھر کیا تھا بکھری چیزوں کو اکٹھا کیا گیا۔ عمر غزالی، جو کہ انکل بازغ بہاری صاحب کی وراثت کو کافی شان سے آگے بڑھا

رہے ہیں، مجھے ان کی دوستی کا شرف حاصل ہے۔ یہ دوستی محمد جان ہائی اسکول سے ہوئی اور ہم دونوں نے جواہر لعل نہرو یونیورسٹی (نئی دہلی) میں کافی اچھا وقت گذارا۔ جب ان سے میں نے ابا کی شاعری کو ترتیب دینے کا تذکرہ کیا تو انہوں نے میری بات پر لبیک کہا اور حوصلہ بھی بڑھایا۔

میرے ابا، جنھوں نے پوری زندگی اپنے بچوں کی تعلیم اور تربیت میں وقف کر دی، اپنی ادھوری خواہش کو لے کر مالک حقیقی سے جا ملے، ان کی جدوجہد اور ہمت واستقلال کو سلام! اس دیوان کی اشاعت سے مجھے ایک عجیب فرحت سی محسوس ہو رہی ہے کہ دیر سہی، لیکن آج ابا کی ادھوری خواہش کی تکمیل ہو رہی ہے۔

آخیر میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، جنھوں نے اس کتاب کے سلسلے میں تعاون کیا اور میرے کام کو آسان بنایا۔

تیسیر محمد

کینیڈا

مقدمہ

حافظ مولوی قاری انوار الحق المتخلص بہ احمر لکھنوی اردو کے ایک مقبول شاعر ہیں۔ ان کی ولادت ۶/ مارچ ۱۹۳۸ء بمقام نادان محل، لکھنؤ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ فرقانیہ، چوک، لکھنؤ اور پھر مدرسہ دار المبلغین، پاٹا نالہ، لکھنؤ سے حاصل کی۔ اس کے بعد وہ کلکتے تشریف لے آئے۔ انہوں نے اپنی شاعری کا آغاز سولہ برس کی عمر میں کیا یعنی ۱۹۵۴ء سے گیسوئے سخن کے اسیر ہوئے۔ اپنے زمانے کے معتبر استاد شاعر حضرتِ جرم محمد آبادی کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ زندگی بھر دینی علوم کی اشاعت کی۔ ۸/ دسمبر ۱۹۹۵ء میں جب وہ کلکتے سے لکھنؤ کسی رشتے دار کی تعزیت میں تشریف لے گئے تھے، وہاں ان کا انتقال ہوا۔

احمر لکھنوی کو شاعری کا شوق بچپن ہی سے تھا لیکن یہ شوق اس وقت پروان چڑھا، جب وہ کلکتہ تشریف لائے۔ ان کو یہاں کا ادبی ماحول راس آیا۔ ادیبوں، شاعروں اور اساتذۂ فن سے ان کی ذہنی وابستگی ہوئی اور محسوسات شعر کے قالب میں ڈھلنے لگے۔ انہوں نے شاعری کی ابتدا دیگر شعرا کی طرح غزل سے کی۔ دوسری اصنافِ سخن پر بھی طبع آزمائی کی اور اپنی انفرادیت

قائم کی۔

''دیوانِ احمر لکھنوی'' کی ترتیب وتدوین سے گزرتے ہوئے مجھے ان کی تمام شاعری کو کئی بار پڑھنے کا موقع ملا اور ہر بار ایک تجسس جنم لیتا رہا۔ انہوں نے ایک ''مناجات'' بھی کہی ہے جس کا مطلع یوں ہے:

سزائیں مل چکیں عہدِ وفا کے بھول جانے کی
عطا کر اب ہمیں توفیق یارب در پہ آنے کی

یہ مطلع بظاہر سادہ سا ہے مگر اپنے اندر کئی معنوی جہتوں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ دراصل شعر وہی ہوتا ہے جو پہلی قرأت میں ہی دل کو چھو لے اور معنیاتی پرتیں کھولے۔ احمر لکھنوی نے اچھی خاصی تعداد میں نعتیں کہی ہیں، جن میں ان کی عقیدتِ رسولؐ اور جذبات کی تطہیر شامل ہے۔ وہ کسی طرح سے یادِ رسولؐ میں غرق رہتے اور نذرانۂ محبت یہ پیش کرتے۔ ان کی پہلی نعت، جو انہوں نے ۱۸؍جنوری ۱۹۵۹ء میں کہی تھی، کے چند اشعار ملاحظہ کریں اور محسوس کریں کہ وہ حدیث دل اپنی صاف ستھری اور کوثر وتسنیم سے دھلی زبان میں کچھ یوں ادا کر گئے ہیں کہ یہ ہماری دِلی کیفیات کی ترجمان بن گئی ہے:

وہ دربارِ کیف الورا اللہ اللہ
وہ طیبہ کی صبح و مسا اللہ اللہ

—

ہوا جس کی آمد سے عالم مُنوّر
ہے وہ شانِ بدرالدجیٰ اللہ اللہ

—

ملائک سراپا کھڑے تھے مؤدّب
گئے جب وہاں مصطفیٰؐ اللہ اللہ

—

کرے گی زباں کیا بیاں نعتِ احمدؐ
ثنا کر رہا ہے خدا اللہ اللہ

ردیف ''اللہ اللہ'' کی تکرار نے جہاں کیف و سرور اور سرمستی پیدا کردی ہے، وہیں ہر شعر میں ایک مکمل واقعہ بلکہ ایک جہاں پوشیدہ ہے۔ دربارِ کیف الوریٰ اور طیبہ کی صبح و شام کا ذکر، حضورؐ کی آمد سے دنیا کا منور ہونا، عرشِ بریں پر حضورؐ کا تشریف لے جانا اور ملائک کا مؤدبانہ کھڑا ہونا، ساتھ ہی حضورؐ کی شفاعت کا یقین دلانا۔ سب میں ایک واقعہ اور ہر واقعہ میں ایک جہان آباد ہے لیکن اس جہان کی سیاحی کے لئے کسی کولمبس یا واسکوڈی گاما کی ضرورت نہیں بلکہ چشم بینا اور بصیرت کی ضرورت ہے۔ اپنی شاعری کے ابتدائی دنوں کی نعت میں اس طرح کی فکر کا اظہار واقعی ایک عاشقِ رسولؐ کے لئے ہی ممکن ہے۔ دنیا جانتی ہے احمرؔ لکھنوی ایک مجذوب اور عامل تھے، اس لئے وہ طریقت کے سمندر کے شناور تھے۔ قلب مصفّا رکھتے تھے، جہاں انہیں یہ سبق ملا تھا کہ:

دل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

وہ بینائی سے محروم تھے مگر ان کی نظریں سبز گنبد پر پڑتی ہیں تو گویا دونوں جہان کی لذتیں مل گئیں۔ محمدؐ سا ناخدا اور کوچۂ مصطفیٰؐ دونوں کے مل جانے سے شاعر کی حیات کا ستارہ گویا چمک اُٹھا ہو اور کشتیِ زندگی سرِ ساحل آ لگی ہو:

طریقت کے دربار میں ڈوبا جو میں
نبیؐ سے میرا سلسلہ مل گیا

—

نظر سبز گنبد پہ جب پڑ گئی
تو دل کا مرے مدعا مل گیا

—

نہ کیوں پار کشتیِ زندگی
محمدؐ سا جب ناخدا مل گیا

—

مقدر ہے اس کا نصیب اس کا احمرؔ
جسے کوچۂ مصطفیٰؐ مل گیا

اسی بحر میں دوسری نعت ملاحظہ کیجیے جس میں شاعر نے اپنے حسنِ بیان کا نمونہ پیش کیا ہے۔ مضامین تقریباً ایک سے ہیں مگر اسلوبِ نگارش کی جمالیات نے اسے دوبالا کر دیا ہے:

محمدؐ سے کیا سلسلہ مل گیا
خدا جانتا ہے خدا مل گیا

—

انہی کے ہے قبضے میں دنیا و دیں
نبیؐ مل گئے تو خدا مل گیا

—

جسے اپنا محبوب حق نے کہا
ہمیں بھی وہی رہ نما مل گیا

—

نہ کیوں ناز قسمت پہ احمرؔ کرے
اُسے خُلد کا راستہ مل گیا

ان اشعار میں اسلوب کی ندرت نمایاں ہے۔ دیکھئے کہ کس خوب صورتی سے شاعر نے اس مصرعے کو اچھوتا بنا دیا ہے:

؎ خدا جانتا ہے خدا مل گیا

یعنی محبوب سے ہی محبوبیت کی تصدیق ہو رہی ہے۔ اس سے بہتر اظہارِ عقیدت اور کیا ہو سکتا

ہے۔ عشقِ نبیؐ میں اس طرح شاعر غرق ہے کہ اسے ہر چیز کا احساس ہے۔ فرماتے ہیں:

صبا مصطفیٰ کے قدم چومتی ہے
کبھی زُلفِ پُر پیچ و خم چومتی ہے

—

قدم سیدھے پڑتے نہیں زائروں کے
زمیں ہر قدم پر قدم چومتی ہے

—

شمس الضحیٰ ہے رُخ تو ہے والّیل زُلف بھی
خوبی ہر ایک طرح شہہِ بحر و بر میں ہے

—

دیکھا تھا خواب میں جو کبھی روضۂ حضورؐ
نقشہ وہی مدینے کا اب تک نظر میں ہے

یہ اشعار اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ صبا مصطفےؐ کے قدم چومتی ہے اور یہی نہیں بلکہ زمیں ہر قدم پر قدم چومتی ہے۔ "ہر قدم پر قدم چومنا" وہ شعری آہنگ ہے کہ جس سے اسلوب میں غنائیت آگئی ہے۔ شاعر نابینا ہے مگر حضورؐ کے رُخِ انور کو شمس الضحیٰ اور زلفِ مبارک کو والّیل سے تشبیہ دینا اس کی چشمِ بینا کی دلیل ہے، جو اس کے اپنے محبوبؐ کے رُخ و زُلف تک راجع ہے، یہی نہیں بلکہ انہوں نے شہ بحر و بر کی خوب صورت پیکر تراشی بھی کی ہے۔ چشم ظاہر سے معذور لیکن چشم باطن نے روضۂ حضورؐ کو کبھی خواب میں دیکھا تھا، وہی منظر مدینے کا اب تک ان کی نگاہوں میں جلوہ گر ہے۔ بہت کم نعت گو شعراٗ کے ہاں ایسے اشعار کم ملیں گے، جن میں غلامانِ محمدؐ کے اندر تطہیر قلب وجگر کی بات کہی گئی ہو اور براہِ راست اللہ سے ہم کلام ہو کرامت محبوبؐ پر ہو رہے مظالم سے نبرد آزما ہونے کے لئے غیب سے سامان پیدا کرنے کی بات کی گئی ہے۔ شعر ملاحظہ کیجیے:

پلا کر بادۂ عرفاں کا کوئی جام اے ساقی
غلامانِ محمدؐ میں دوبارہ جان پیدا کر

—

مظالم ہو رہے ہیں اُمتِ محبوب پر تیرے
خدایا غیب سے اس کے لئے سامان پیدا کر

اس طرح کے نعتیہ اشعار اور بھی ان کے ہاں ہیں، جن میں تنوع ہے۔ انہوں نے مضامین کو مختلف طریقۂ اظہار سے مزین کیا ہے لیکن قدم اس راہ میں بہت سنبھل سنبھل کر رکھا ہے۔

احمر لکھنوی کے نعتیہ کلام دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ خارجی حقائق سے ہٹ کر ان کا کلام باطنی اور داخلی کیفیتوں سے مالا مال ہے۔ وہ نعت کے ایک عمدہ شاعر ہیں۔ نعتیہ کلام کے علاوہ انہوں نے ایک ''سلام'' بھی رقم کیا ہے، جس میں ان کے دل کی دھڑکنیں شامل ہوگئی ہیں۔

مثلاً یہ شعر:

آ رہے ہیں دشمنوں سے شاہ لڑنے کے لئے
حیدری شمشیر کا اب رن میں جوہر دیکھنا

احمر لکھنوی کی شاعری کا اصل جوہر صنفِ غزل میں کھلتا ہے۔ سینکڑوں غزلیں کم و بیش انہوں نے کہی ہیں مگر صرف اٹھاسی غزلوں تک ہی ہماری رسائی ہوسکی ہے۔ مستقبل میں مزید غزلیں اخبارات و رسائل سے حاصل ہوسکیں تو 'دیوان احمر' میں بطور اضافہ شامل کی جائیں گی۔ بہر حال تعداد کے اعتبار سے غزلیں کافی ہیں، جن میں ان کا رنگِ تغزل جا بجا نمایاں ہے۔ سب سے پہلے اگر ہم لفظ غزل کے معنوی پہلو پر نظر کریں تو محبوب کا پیکر سامنے آتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ احمر لکھنوی کی سلطنتِ دل پر کون محبوب متمکن ہے، جو ان کا صبر و قرار چھین بیٹھا ہے:

کیفیتِ جمال کا منظر نہ پوچھئے
کتنا حسین ہے مرا دلبر نہ پوچھئے

—

زلفیں بکھیرے سامنے جب آئے وہ مرے
برپا تھا دل پہ کیا مرے محشر نہ پوچھئے

—

کر کے اسیرِ داغ بلا مجھ غریب کو
چرکے دیئے ہیں اس نے جو دل پر نہ پوچھئے

—

جس سے ملائی آنکھ وہ مدہوش ہو گیا
مستی بھری نگاہِ ستم گر نہ پوچھئے

محبوب کے حسن و جمال کی بوقلموں کیفیات کا اظہار شاعر نے بے کم و کاست کیا ہے۔ جب اس کا محبوب زلفیں بکھیرے اس کے سامنے آتا ہے تو اس کے دل پر محشر برپا ہو جاتا ہے۔ یہاں شاعر نے اردو غزل میں در پیش آئے محبوب کے حسن کی بات کی ہے لیکن ساتھ ہی اسیر داغ کا بھی ذکر کر ڈالا ہے کیوں کہ محبوب نے اسے وہ چرکے دیئے ہیں اور نگاہِ مست نے وہ ستم ڈھایا ہے کہ جینا محال ہے۔ ہم اردو شاعری، بالخصوص غزل میں جہاں محبوب کی پیکر تراشی کرتے ہیں، وہیں اس کے وصل و ہجر کا تذکرہ بھی لازمی قرار پاتا ہے۔ ہجر و فراق کی کیفیت سے وہ یوں دوچار ہیں:

بے فائدہ نہ چھیڑیئے احمرؔ غریب کو
صدمے گذر گئے ہیں جو دل پر نہ پوچھئے

شاعر نے اردو شعر و ادب اور اس کی پوری تہذیب کا امعانی مطالعہ کیا ہے، تبھی تو ان کے ہاں اس کی نزاکت، اس کی تہذیبی انگنائیاں، اس کے روز و شب، نشست و برخاست، اس کے ہجر و فراق کی کشمکش کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ اس کے دوش بدوش ایک اور حسن اظہارِ غزل یہ بھی ہے کہ شاعر اپنی بے نوری کے باوجود ان صالح روایات کو بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ رمزیت اور ایمائیت تو اردو غزل کی جان ہے مگر احمر لکھنوی نے اسے بروئے کار لا کر

اپنی شاعری کے نگار خانے کی اس طرح تزئین کی ہے کہ دل سے واہ نکل جاتی ہے۔اس کا واحد سبب یہ ہے کہ وہ ظاہری حسن کو دل کی نظر سے دیکھتے ہیں تو ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کے مصداق دل میں سما جاتے ہیں۔ ساتھ ہی اظہار بیان اتنا حسین ہوتا ہے کہ آنکھ والے بھی ششدر ہو جاتے ہیں کیوں کہ حسن کی باریکیاں آنکھ والے بھی سمجھ نہیں پاتے ہیں۔ظاہری حسن کی انہی باریکیوں کو شاعر نے کچھ یوں سمجھا ہے۔چند شعر دیکھئے:

نقاب رخ سے اُٹھا کر یوں مسکراؤ نہیں
دلِ حزیں پہ میرے بجلیاں گراؤ نہیں

—

ہٹا کے چہرے سے گھونگھٹ نظر ملاؤ نہیں
نگاہِ ناز سے بسمل مجھے بناؤ نہیں

—

نشیلی آنکھوں نے سیراب کر دیا مجھ لو
بہک نہ جائیں قدم اور اب پلاؤ نہیں

—

کڑی نظر سے نہ دیکھو تم اپنے احمؔر کو
بگڑ بگڑ کے یوں بَل ابروُں پہ لاؤ نہیں

—

بوٹا سا ہے قد تیرا اور رُخ گلِ لالہ ہے
اللہ نے سانچے میں گویا تجھے ڈھالا ہے

جمالِ یار کی توصیف میں شاعر یہاں تک کہہ گزرتا ہے کہ:

شرمندہ اگر سورج تو چاند پشیماں ہے
دنیا کے حسینوں سے صورت تری اعلیٰ ہے

اسی غزل کے آخری شعر میں شاعر نے اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر اپنی چاہت کی حقیقت، دنیا کی حقیقت اور اپنی بے نوری کی تلخ حقیقت کو واضح کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

آنکھوں سے نہیں دیکھا پھر بھی ہے طلب تیری
دل بر تیری الفت کا انداز نرالا ہے

اس شعر میں اس حقیقت کو پیش کیا گیا ہے کہ جہاں سے عشقِ حقیقی و مجازی دونوں کا حسین اتصال نظر آتا ہے۔ عشق کی دونوں سطحوں پر شاعر نے خود کو بلند کر دیا ہے۔ اظہارِ عشق کے اس دل برانہ انداز نے اردو شاعری کو اس طرح کا انداز نظر کم ہی دیا ہے، جو خود دیکھنے کی ظاہری قوت نہیں رکھتا ہو اور دلبر کی الفت کے انداز کو نرالا بتا رہا ہو اور اس کی طلب بھی ظاہر کر دی ہو۔ بلا شبہ ایسی فکر اردو غزل میں ایک اضافی حیثیت رکھتی ہے۔ شعر دراصل وہی بلند ہوتا ہے جو شخص اور عکس ہر دو کی جلوہ نمائی کرے۔

شاعر عشق میں کبھی تڑپتا ہوا بھی نظر آتا ہے اور یہاں بھی حسنِ بیان کو بڑی خوب صورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ شعر:

کسی دن ہمارے تڑپنے کا منظر
تڑپ جاتے خود وہ اگر دیکھ لیتے

یہاں بیان کی سلاست و روانی دونوں یکساں ہے جو تڑپانے والے کو بھی تڑپا جائے۔ شاعر اپنے محبوب کی اداؤں کا قتیل ہے مگر اپنے دل کی وارفتگی کا اظہار کرنا نہیں چاہتا۔ یہاں تک کہ وہ شب و روز اس کی تلاش میں تڑپتا رہتا ہے۔ اس کے باوجود وہ ناموسِ عشق کا خیال رکھتے ہوئے اپنے محبوب کا اظہار کرنا نہیں چاہتا ہے۔ یہی ہے دراصل عشق کی بلندی۔ میرؔ نے اس بات کو کچھ یوں کہا تھا:

پاس ناموسِ عشق تھا ورنہ
کتنے آنسو پلک تک آئے تھے

اب یہ شعر دیکھئے:

ہوں کون سی ادا کا میں گھائل نہ پوچھئے
وارفتہ کیوں ہوا ہے مرا دل نہ پوچھئے

—

دن رات میں تڑپتا ہوں کس کی تلاش میں
کس نے بنا دیا مجھے بسمل نہ پوچھئے

یہاں تو شاعر نے کہہ دیا ہے کہ اسے بسمل کس نے بنا دیا ہے؟ اسے نہ پوچھیں۔ مگر دوسری طرف شاعر نے یہ بھی اقرار کیا ہے کہ:

میں بھی تڑپتا رہتا ہوں وہ بھی ہیں بے قرار
بسمل ہے کون کون ہے قاتل نہ پوچھئے

یہاں آگ دونوں طرف لگی ہوئی ہے، کون کس کو جلا رہا ہے؟ یہ کہنا مشکل ہے، اس لئے قتیل و قاتل کا اظہار قطعی ممکن نہیں ہے۔ لیکن شاعر دوسری طرف یہ بھی کہنے پر مجبور ہے کہ محبوب خنجر بکف مقتل میں آپہنچا ہے، جسے دیکھ کر اجل بھی گھبرا سی گئی ہے۔ دزدیدہ نظروں کی قیامت کا ذکر بھی بڑی خوب صورتی سے کیا گیا ہے، جو شاعر کا سکون و قرار چھیننے پر آمادہ ہے۔ چند شعر دیکھئے:

انہیں خنجر بکف مقتل میں آتے
اجل بھی دیکھ کر گھبرا گئی ہے

—

تیری ترچھی نظر اے جانِ عالم
قیامت دل پہ میرے ڈھا گئی ہے

—

نہیں آتا تمھیں کیوں چین احمؔر
نظر کس شوخ سے ٹکرا گئی ہے

شاعر کے عشق کا خمار اور بھی زیادہ بالیدہ ہوتا جا رہا ہے، اس لئے شاعر کا دل بے حد بے قرار

ہے۔شاعر کہتا ہے:

کیا کہوں کس سے کہوں کہنے کا کچھ حاصل نہیں
جب سے دیکھا ہے انہیں قابو میں میرا دل نہیں

شاعر نے نہ صرف عشق و مشک کی باتیں کی ہیں بلکہ مئے و ساغر اور ساقیِ رنگین ادا کا بھی اپنی غزلوں میں جا بجا ذکر کیا ہے، جنھوں نے حقیقتاً کبھی بھی اس سے سروکار نہیں رکھا مگر اشعار یہ دلالت کر رہے ہیں کہ شاعر بہت پرانا عاشق ہے۔ بالکل پرانی شراب کی طرح۔ درج ذیل اشعار سے اس کا لطف آپ بھی لیجیے۔ وہ فرماتے ہیں:

لطف کیا پینے کا آئے گا بھلا اے میکشو
مئے تو ہے موجود لیکن ساقیِ محفل نہیں

—

مجھ کو بھی ساغر ملے اے ساقیِ رنگین ادا
مجھ پہ چشمِ کرم ہو کیا میں اس قابل نہیں

—

اُٹھا ساغر چلے اب دور ساقی
فضاؤں پر بھی مستی چھا گئی ہے

شاعر خود متقی و پرہیزگار ہے، اس لئے یہ کہہ اُٹھا کہ:

چلیں جانب مے کدہ ہم بھی احمرؔ
ارادہ کیا تھا کہ تھرّا گیا دل

احمر لکھنوی نے کئی جگہوں پر شیخ و واعظ پر طنز کیا ہے اور ان کے ارمانوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ شعر دیکھئے:

حورِ جنت کی تمنا دل میں رکھتے ہیں مگر
شیخ جی کا قول ہے اُلفت کا میں قائل نہیں

یہاں شاعر نے حضرت شیخ کے قول کو پیش کیا ہے جبکہ شاعر نے یہاں تک کہہ دیا کہ:

رہِ عشق میں اپنی ہستی مٹا دے
جو تسکینِ قلب و جگر ڈھونڈتا ہے

احمر لکھنوی کے ہاں عشق میں ہستی مٹانے کی بات کی گئی ہے، جہاں سے تسکینِ قلب وجگر کا ملنا مقصود ہے جبکہ غالب نے کہا ہے کہ:

عشق نے غالبؔ نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

یہ اپنے اپنے عشق کی بات ہے کہ کون کس طرح سے عشق کو کس ضمن میں پیش کر رہا ہے۔ یہاں فکرِ عشقِ احمرؔ، فکرِ عشقِ غالبؔ پر غالب نظر آ رہا ہے۔ عشق و محبت کے تعلق سے لوگوں کے عام نظریے کو مزید واضح کرتے ہوئے احمر لکھتے ہیں:

جو آتا ہے باغِ محبت میں احمرؔ
وہ اپنی وفا کا ثمر ڈھونڈتا ہے

عشق دراصل اپنی انتہا پر اس وقت ہوتا ہے، جب وہ ہجر و فراق کی منزل میں ہوتا ہے یا عشق کی دوسری اعلیٰ شکل اس وقت ہوتی ہے، جب وہ عشق فلاطونی کا اسیر ہوتا ہے اور جو باغِ محبت میں اپنی وفا کا ثمر تلاش کرتا ہے۔ یہ محبت دراصل عام محبت ہوتی ہے جس کی طرف شاعر نے اشارہ کیا ہے۔

احمر لکھنوی کی شاعری میں موضوعات کا تنوع ملتا ہے۔ جہاں عشقِ حقیقی و مجازی کے علاوہ دنیا کی بے ثباتی کا ذکر ملتا ہے، زندگی کے شب و روز کو جگہ دی گئی ہے اور دیگر وہ تمام موضوعات جو ہمارے اِرد گرد گھومتے نظر آتے ہیں، ان تمام موضوعات کو بڑی ہنرمندی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر دوسروں پر انگشت نمائی کرنا بہت آسان بات ہوتی ہے مگر خودنگہی اور خود احتسابی ایک مشکل امر ہے۔ پر انہوں نے طنز کیا ہے:

غیر پر اُنگلی اُٹھانے کو تو سب تیار ہیں
اپنی نادانی کو لیکن سوچتا کوئی نہیں

شاعر نے اپنی غزلوں میں اکثر جگہوں پر حقیقت کی عکاسی کی ہے۔ کچھ حقیقت یہاں بھی ملاحظہ کیجیے:

عمر رفتہ کی یاد آ ہی گئی
آئینہ جب اُٹھا کے دیکھ لیا

—

ہل گیا عرش ارے ظالم
کعبۂ دل کو ڈھا کے دیکھ لیا

قصۂ طور کو بھی وہ سننا چاہتے ہیں، اس لئے موسیٰ سے مخاطب ہوتے ہیں:

قصۂ طور سنائیں ذرا موسیٰ کھل کر
آپ جب ہوش میں آئے تو وہاں کیا دیکھا

شاعر کو اپنی شاعری کی خوبی کا احساس بخوبی ہے، اس لئے وہ کہتے ہیں:

میرے اشعار سے سرشار ہے ساری محفل
جرم کا فیض اے احمر یہ نرالا دیکھا

احمر لکھنوی کی غزلوں میں ایسے اشعار کی کمی نہیں، جن میں وارداتِ قلب کے پہلو بہ پہلو گردشِ زمانہ اور حوادثِ روزگار کی کارفرمائی نہیں ملتی۔ حالاتِ حاضرہ پر ان کی گہری نظر تھی، تبھی تو ایسے اشعار ان کے کشکولِ سخن میں سمٹ آئے ہیں:

سینچا لہو سے میں نے چمن باغ باں نہیں
پھولوں میں میرے خون کی کیا سرخیاں نہیں

—

ناداں ہیں اپنے اوج پہ جو کرتے ہیں غرور
پوشیدہ ہے زوال بھی ہر اک کمال میں

ایسے اشعار بھی جابجا ان کے ہاں مل جاتے ہیں، جن میں تنقیدِ حیات موجود ہے۔ عزم راسخ اور بلند حوصلگی، عملِ پیہم اور کوششِ ناتمام ہی سے انسان اپنی بلندی کو چھوتا ہے۔ یہ شعر تو جیسے زندگی

کا استعارہ بن گیا ہے کہ:

زندگی ہے وہی حاصلِ زندگی
جو کسی کے زمانے میں کام آگئی

احمر لکھنوی کی غزل سے گزرتے ہوئے اس بات کا بھی احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی اپنے بزرگوں کے چراغ سے چراغ جلانے کی سعی کی ہے۔ ایسا ہونا فطری ہے کیونکہ ایسا شاعر شاید ہی مشکل سے ملے جس کا شعر کسی کے شعر سے نہ ٹکرایا ہو۔ فکری سطح پر ہی سہی، لیکن یہ عمل ناگزیر ہے۔ احمر لکھنوی کے ہاں بھی چند ایک ایسے اشعار ملیں گے، جن میں تخیلاتی سطح پر مماثلت ملتی ہے۔ مثلاً:

خاک ہوں لیکن ایسی میں رکھتا ہوں آب و تاب
ہے ذکر میرا چاند ستاروں کے درمیاں
(احمرؔ)

یہ شعر اقبال کے اس شعر سے فکری سطح پر مماثل ہے:

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہِ کامل نہ بن جائے
(اقبالؔ)

یا:

آئینہ خانے میں جب زلفیں بنانے وہ گئے
آئینہ حیراں ہوا خود حسنِ جاناں دیکھ کر
(احمرؔ)

میں میرؔ کے درج ذیل شعر سے خوشہ چینی ملاحظہ کی جا سکتی ہے:

منہ تکاہی کرے ہے جس تس کا
حیرتی ہے یہ آئینہ کس کا
(میرؔ)

یا پھر اس مصرعے:

ع کرتے ہیں قتل ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

کے مساوی ان کا یہ شعر:

معلوم نہیں کیوں کر بسمل وہ بناتے ہیں
ہاتھوں میں کوئی ان کے خنجر ہے نہ بھالا ہے
(احمؔر)

احمر لکھنوی کی غزلوں کے عمیق مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ احمؔر اردو غزل کے ایک اہم شاعر ہیں، جنھوں نے زندگی کلکتے میں گذاری مگر ان کا دل ہمیشہ لکھنو میں دھڑکتا رہا۔ اس لئے ان کی شاعری زندہ دِلی سے عبارت ہے۔ ان کی شاعری میں نا اُمیدی کو کوئی جگہ نہیں ملتی ہے۔ ان کی غزلوں پر مختصراً کچھ عرض کرنے کے بعد ان کے قصائدِ ماہِ صیام پر بھی کچھ لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔ کلکتے میں قصائدِ ماہِ صیام کی اکثر محفلیں جمتی تھیں، جہاں احمؔر لکھنوی بھی اپنے قصائد کے ساتھ حاضرِ محفل ہوتے۔ ماہِ رمضان کی آمد کے تعلق سے انہوں نے کئی جگہوں پر فرمایا ہے کہ:

مومنو مسرور ہو ماہِ صیام آ ہی گیا
امتحانِ زہد و تقویٰ کا پیام آ ہی گیا

—

اہلِ جنت موجِ کوثر دیکھ کر خوش تھے مگر
روزہ داروں کے مقدّر میں بھی جام آ ہی گیا

—

غُل ہوا سارے جہاں میں آگیا ماہِ صیام
خوش ہوئے یہ مژدۂ جاں بخش سن کر خاص و عام

—

ماہِ رمضاں کی فضیلت کیا کروں احمرؔ بیاں
قدر فرماتے تھے خود اس ماہ کی خیرالانام

یہاں شاعر کی زبان و بیان بہت ہی سلیس اور سادہ ہے، جہاں قاری کو سمجھنے میں کوئی دقت نہیں پیش آتی ہے۔ یہی حال ان کے الوداعیہ قصیدے میں بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

رخصتِ ماہِ مبیں سے دل پریشاں ہو گیا
ہر مسلماں رنج وغم سے چاکِ داماں ہو گیا

—

کیا کروں احمرؔ فراقِ صوم کی حالت بیاں
جس نے میرا حال دیکھا وہ پریشاں ہو گیا

یہ ہے شاعر کی عقیدت اور اس کا اظہارِ تاسّف۔ شاعر نے بڑی ہنرمندی سے رمضانی قصائد کو پیش کیا ہے اور اس کی آمد و رخصت کا تہِ دل سے ذکر کیا ہے۔

احمر لکھنوی نے نوحے، نظمیں اور قطعات بھی تحریر فرمائے ہیں، جہاں انہوں نے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار بخوبی کیا ہے۔ انہوں نے ''نوحہ'' میں جیسے اپنے دل کو نکال کر کاغذ پر رکھ دیا ہے اور یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ان کی زبان کچھ بیان کرنے سے قاصر ہے کیونکہ ظلم شاہ کے دلبر پر ہوا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

کیا کروں عرض کہ کہنے سے زباں ہے قاصر
ظلم میداں میں جو شاہ کے دلبر پہ ہوا

تاہم شاعر تحریر کرنے سے خود کو روک نہیں پاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

پردیس نہ اے سبطِ نبی جاؤ وطن سے
رو رو کے یہی کہتے تھے سب شاہِ زمن سے

—

ہر سمت نظر آنے لگا حشر کا منظر
قاتل نے جدا سر جو کیا شاہ کے تن سے

—

رنگ اس کا رہے گا تا روزِ قیامت
کربل میں بہار آئی ہے زُہرا کے چمن سے

یہاں رثائی شاعری میں شاعر نے اپنی فکر کو کرب و بلا کے مناظر سے قریب تر کر دیا ہے اور اسے صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیا ہے۔

احمر لکھنوی کے زیرِ مطالعہ دیوان کو پڑھ کر آپ یہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی شاعری کا اصل محور عشق ہے۔ یہ عشق کیوں نہ اللہ سے ہو، یہ عشق کیوں نہ رسولؐ اللہ سے ہو، یہ عشق کیوں نہ اللہ اور اللہ کے رسول کے چاہنے والوں سے ہو اور یہ عشق کیوں نہ بندوں سے ہو، ہر جگہ انہوں نے اپنی شاعری کو کلاسیکی اور رومانی دونوں سے ہم آمیز کیا ہے۔ روایتی شاعری کا جہاں غلبہ ہے، وہیں روایت سے بغاوت کا احساس بھی ہوتا ہے۔ جہاں لکھنو کے تعلق سے ظاہری حسن کی بازیافت ہوتی ہے، وہیں کلکتے اور اردو ادب کے تعلق سے دل و جان کی شاعری پیش ہوتی ہے۔ مگر لکھنؤ ان کے ظاہر و باطن میں ہمیشہ رچا بسا رہا۔ کلکتے میں ان کا جسم تھا مگر ان کی روح لکھنؤ میں تھی۔ ان تمام چیزوں کا اظہار ان کی شاعری میں جا بجا دیکھنے کو ملتا ہے۔

'دیوانِ احمر لکھنوی' کی ترتیب و تدوین کا کام کئی برسوں سے جاری تھا، جواب پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔ اس کام میں سب سے کلیدی رول تیسیر محمد (کینیڈا) نے انجام دیا ہے۔ یہ ان کا فرض بھی تھا اور میری گزارش بھی کہ وہ اس کتاب کا پیش لفظ تحریر فرمائیں۔ انہوں نے پیش لفظ میں اپنے والد بزرگوار کے تعلق سے ایسے اسرار سے بھی پردہ اُٹھایا ہے، جواب تک نظروں سے اوجھل تھے۔ میں ان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ محترمہ بیگم احمر لکھنوی کا شکریہ میں سب سے پہلے ادا کرنا چاہتا ہوں، جنھوں نے زندگی بھر ان کی روشنی بن کر ہر گام پر ساتھ دیا اور اس دیوان میں مشمولہ کلام کو ان کے انتقال کے بعد کئی برسوں تک بہ حفاظت اپنی تحویل میں رکھا۔ اس کے بعد میں ان کے بیٹوں تیسیر محمد (کینیڈا)، حافظ توقیر محمد (ہانگ کانگ)، زید انوار (ہانگ کانگ)، مفتاح محمد (لندن)، مصباح محمد (کلکتہ)، تنویر محمد (کلکتہ) اور ان کی تمام بیٹیوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اُخیر میں اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر سنجر ہلال بھارتی کا شکر گذار ہوں، جنھوں نے اس دیوان کی ترتیب و تدوین میں میری رہبری فرمائی اور بڑی عرق ریزی سے اس دیوان کا پروف پڑھا۔

عمر غزالی

مُناجات

سزائیں مل چکیں عہدِ وفا کے بھول جانے کی
عطا کر اب ہمیں توفیق یا رب در پہ آنے کی

ہوا ایسی چلے پھر سے عمرؓ کا دور آ جائے
رسول اللہؐ کا صدقہ پلٹ دے رُت زمانے کی

علی کی قوتِ بازو عطا کر دے ہر مسلماں کو
مٹا دے اس کو جو کوشش کرے اس کو مٹانے کی

پڑے کفار سے پالا تو ہم میداں میں ڈٹ جائیں
رہِ حق میں عطا کر ایسی ہمت سر کٹانے کی

کسی صورت سے احمرؔ روضۂ محبوب تک پہنچے
مدد کچھ غیب سے کر دے خدایا اس کے جانے کی

❊❊❊

نعتیں

❄

بتوں کی بدولت خدا مل گیا
محبت کا ہم کو صلہ مل گیا

بنی تھی یہی پردۂ درمیاں
خودی جب مٹی تو خدا مل گیا

وہیں اہلِ دل کی جبیں جھک گئی
نبیؐ کا جہاں نقشِ پا مل گیا

عقیدہ تو پہلے ہی کوثر پہ تھا
پیا آبِ زم زم مزہ مل گیا

طریقت کے دریا میں ڈوبا جو میں
نبیؐ سے مرا سلسلہ مل گیا

نظر سبز گنبد پہ جب پڑ گئی
تو دل کا مرے مدعا مل گیا

.

نہ کیوں پار ہو کشتیِ زندگی
محمدؐ سا جب ناخدا مل گیا

مُقدّر ہے اس کا نصیب اس کا احمؔر
جسے کوچۂ مصطفیٰ مل گیا

❁❁❁

٭

محمدؐ سے کیا سلسلہ مل گیا
خدا جانتا ہے خدا مل گیا

پتہ کوئے احمدؐ کا کیا مل گیا
مجھے گوہرِ مدعا مل گیا

انہی کے ہے قبضے میں دنیا و دیں
نبیؐ مل گئے تو خدا مل گیا

ملا ہر نبی کو جدا معجزہ
محمدؐ کو ہر معجزہ مل گیا

جسے اپنا محبوب حق نے کہا
ہمیں بھی وہی رہ نما مل گیا

عنایتِ خدا کی ہے اے شاہِ دیں
جو دامن مجھے آپ کا مل گیا

نہ کیوں ناز قسمت پہ احمؔر کرے
اُسے خُلد کا راستہ مل گیا

❁❁❁

❄

محمدؐ کا تصور جس گھڑی جس آن پیدا کر
تو پہلے دل میں اپنے اک نیا ایمان پیدا کر

ہے عالم منتظر جس کا وہ عالی شان پیدا کر
خدایا پھر عمرؓ جیسا کوئی سلطان پیدا کر

پلا کر بادۂ عرفاں کا کوئی جام اے ساقی
غلامانِ محمدؐ میں دوبارہ جان پیدا کر

مظالم ہو رہے ہیں اُمتِ محبوب پر تیرے
خدایا غیب سے اس کے لئے سامان پیدا کر

زمانے میں اگر تو چاہتا ہے نامور ہونا
تو خود میں اسوۂ اصحاب کے عنوان پیدا کر

پیامِ حق سنا کر پھر مسلمانانِ عالم کو
نیا انداز پیدا کر ، نرالی شان پیدا کر

اگر تو چاہتا ہے ہم بھی آئیں تیری جنت میں
تو گلزارِ مدینہ کی مہک رضوان پیدا کر

جہانِ کفر لرزاں تھا بتوں میں جس سے ہلچل تھی
وہی جوشِ عمل دل میں وہی ایمان پیدا کر

گھٹا چھائی ہے یارب ہر طرف پھر کفر و بدعت کی
علیؑ مرتضیٰ جیسا کوئی انسان پیدا کر

امارت دونوں عالم کی ابھی تیرے قدم چومیں
محبتِ شاہِ دیں کی دل میں گر نادان پیدا کر

اگر بھرنا ہے تجھ کو گوہر مقصود سے دامن
تو احمرؔ دل میں اپنے علمِ دیں کی شان پیدا کر

❋❋❋

✻

جھکا بہرِ ادب آمد پہ جن کی عرشِ اعلیٰ تک
رسول اللہ کہتے ہیں انہیں بندے سے آقا تک

جلائی آ کے وہ شمعِ رسالت بزمِ عالم میں
کہ ہے پروانہ احمدؐ کا ہر اک ادنیٰ سے اعلیٰ تک

واتممت علیکم ہو گیا ارشادِ باری جب
مکمل بن گیا دینِ محمدؐ رہتی دنیا تک

شہہ کون و مکاں وقتِ سحر تشریف جب لائے
اُجالا ہی اُجالا ہو گیا مکّہ سے طیبہ تک

لکھے اس رحمت اللعالمیں کی کیا صفت کوئی
کہ ہے روزِ ازل سے جس پہ شیدا ربّ کعبہ تک

حلیمہ جب چلیں آغوش میں لے کر محمدؐ کو
مبارک باد دینے کو اُٹھے ذرّات صحرا تک

جنابِ آمنہ کے گھر وہی محبوبِ رب آئے
بشارت دے گئے جس کی ہمیں آدمؑ سے عیسیٰ تک

شہنشاہی بھی نازاں ہے انہی کی ذاتِ اقدس پر
غلاموں نے کیا جس کے مسخر تختِ کسریٰ تک

تڑپتا ہوں نبیؐ کے ہجر میں یہ جا کے کہہ دینا
صبا تیری رسائی ہو اگر دربارِ آقا تک

فلک پر مہر و مہہ روشن ہوں جن کے حسن سے احمرؔ
چمکتا ہے انہیں کے نور سے صحرا میں ذرّہ تک

❁❁❁

❄

دیں بھیک بھی فقیر کو تو لازوال دیں
جھولی میں میری حاصلِ کونین ڈال دیں

ہوتا ہے غرق دل کا سفینہ سنبھال دیں
کشتی بھنور سے اے مرے آقا نکال دیں

میں تپ رہا ہوں حشر کی گرمی سے اے حضور
کملی کا سایہ سر پہ میرے آ کے ڈال دیں

پیتے ہی جس کے حق کی صدائیں کروں بلند
ایسی شراب آپ میرے خُم میں ڈھال دیں

ہیں نغمہ سنج حسن بنے رازدار عشق
وہ طائرِ نظر دیں وہ پیکِ خیال دیں

کوئی غمِ زمانہ کی حاجت نہیں مجھے
اپنا غمِ جدائی دیں ، اپنا ملال دیں

احمرؔ کے دل میں بھی ہے مدینے کی آرزو
بلوا کے در پہ اس کی بھی حسرت نکال دیں

❁❁❁

❋

وہیں حق کا جلوہ بھی ہم دیکھتے ہیں
جہاں نامِ احمد رقم دیکھتے ہیں

وہیں دل بھی جھک جاتے ہیں اہلِ دل کے
جہاں ان کا نقشِ قدم دیکھتے ہیں

مقدر پہ ان کے نہ کیوں رشک آئے
جو دربارِ شاہِ اُمم دیکھتے ہیں

اسی سمت بڑھتے ہیں رحمت کے سائے
جدھر اُن کی چشمِ کرم دیکھتے ہیں

نگاہوں میں کھنچ جاتا ہے اُن کا نقشہ
جو ہم شانِ بیت الحرم دیکھتے ہیں

جو بیٹھے ہوئے ہیں حجابوں میں چھپ کر
تصوّر میں بھی ان کو ہم دیکھتے ہیں

فقیروں کے سر ہوں کہ شاہوں کے سر ہوں
ترے در پہ ہم اُن کو خم دیکھتے ہیں

بدل سے گئے ہیں کچھ اطوارِ مسلم
نبیؐ کی محبت جو کم دیکھتے ہیں

لرز اُٹھتے ہیں کافروں کے کلیجے
جو حیدر کا جاہ و حشم دیکھتے ہیں

یہ رونق کہاں باغِ جنت میں احمرؔ
درِ مصطفیٰ پر جو ہم دیکھتے ہیں

❁❁❁

❋

وہ دربارِ کیف الورا اللہ اللہ
وہ طیبہ کی صبح و مسا اللہ اللہ

کہیں پر ہیں طٰہٰ کہیں ہیں مزمل
کہیں پر ہیں وہ والضحیٰ اللہ اللہ

ہوا جس کی آمد سے عالم منوّر
ہے وہ شانِ بدرالدجیٰ اللہ اللہ

وہ آیاتِ اقرأ نبوت کا منصب
بنا جس کی منزل حرا اللہ اللہ

جو شمس الضحیٰ ہے رُخِ پاکِ حضرتؐ
تو الّیل زُلفِ دوتا اللہ اللہ

ملائک سراپا کھڑے تھے مؤدّب
گئے جب وہاں مصطفےٰؐ اللہ اللہ

ذرا چل کے طائف کا منظر تو دیکھو
مظالم کے بدلے دعاء اللہ اللہ

کرے گی زباں کیا بیاں نعتِ احمدؐ
ثنا کر رہا ہے خدا اللہ اللہ

کریں گے شفاعت یقیناً وہ احمؔر
میں عاصی وہ خیرالوریٰ اللہ اللہ

❀❀❀

❄

میرے آقا مرے سلطان رسولِ عربی
آپ ہیں سب کے نگہبان رسولِ عربی

تذکرہ آپ کا موجود ہے ہر پارے میں
پورے قرآن کی ہیں جان رسولِ عربی

نام سنتے ہی درود آپ پہ فوراً بھیجے
یہ مسلماں کی ہے پہچان رسولِ عربی

آپ کو دیکھتے ہی خلد میں معراج کی رات
سر بہ سجدہ ہوا رضوان رسولِ عربی

سر جھکاتے ہیں سلاطینِ زمانہ آ کر
تیری چوکھٹ کی ہے وہ شان رسولِ عربی

آپ کی ذات سے جو فیض انہیں پہنچا ہے
اس پہ نازاں ہیں مسلمان رسولِ عربی

ایک احمرؔ ہی نہیں سارے زمانے کے لئے
معجزہ بن گیا قرآن رسولِ عربی

❁❁❁

جب ہوئے عرش پہ مہمان رسولِ عربی
مرحبا کہہ اُٹھے غلمان رسولِ عربی

دیکھوں جلوہ ترا ہر آن رسولِ عربی
میرے دل میں ہے یہ ارمان رسولِ عربی

اک جھلک خواب میں دکھلا کے رُخِ انور کی
پورا کر دیجئے ارمان رسولِ عربی

آپ کے دم سے ہے توحیدِ الٰہی کو فروغ
آپ ہی دین کی ہیں جان رسولِ عربی

دیکھ کر قدرت و اسرار نبوت کے کمال
گم تھے کافر کے بھی اوسان رسولِ عربی

اپنے روضے کی زیارت کا شرف بخش دیں آپؐ
آج تو رکھ لو میری مان رسولِ عربی

اپنی پلکوں سے بہاؤں درِ اقدس جا کر
ہے یہ حسرت یہی ارمان رسولِ عربی

دامِ فرقت سے چھڑاتے نہیں کیوں آپ اس کو
کب سے احمرؔ ہے پریشان رسولِ عربی

❊❊❊

❋

حرا سے شاہِ دیں نکلے پہن کر تاجِ سلطانی
ملیں آیاتِ اقرا اور کوثر کی نگہبانی

خدا کے دیں کی ہیبت چھا گئی بزمِ نجاشی پر
نبیؐ کے جب غلاموں سے سنیں آیاتِ قرآنی

قمر کو کر دیا دو ٹکڑے اُنگلی کے اشارے سے
رہے گا حشر تک یہ معجزہ واللہ لاثانی

نبیؐ کی جان لینے کو عمرؓ نکلے تھے کعبہ سے
پلٹ کر آئے تو دل میں بھرا تھا جوشِ ایمانی

کیا صدیقؓ نے اقرار معراجِ محمدؐ کا
مگر بوجہل نے یہ بات بھی اُنؐ کی نہیں مانی

عمل کرنا ضروری ہے مسلمانو حدیثوں پر
رسول اللہ کے اقوال ہیں ارشادِ ربانی

انہیں سے پائی ہے سب نے ہدایت دونوں عالم میں
شمائل ہیں شہِ کونین کے تفسیر قرآنی

اثر زلفِ نبیؐ کا سورۂ والیل سے پوچھو
عیاں ہے سورۂ والشمس سے چہرے کی تابانی

کبھی دیکھا گیا سایہ نہ اُس ذات مقدس کا
مجسم نور بن کر آئی تھی وہ ذاتِ انسانی

خزانہ دونوں عالم کا اُسے مل جائے گا احمرؔ
سمجھ لے گا کلام اللہ کے جو حرفِ نورانی

❁❁❁

❋

انہیں جو گالیاں ہر لمحہ دیتے تھے رقابت سے
شہِ کونین پیش آتے تھے اُن سے بھی محبت سے

کچھ ایسا مومنو اُن میں تھا ذوقِ بندگی بے مثل
مورّم پاؤں ہو جاتے تھے راتوں کی عبادت سے

محمدؐ مصطفٰی جو لے کے آئے کوہِ فاراں پر
ملی ہے روشنی سب کو اُسی شمعِ ہدایت سے

تھی سر پر جنگِ خندق پیٹ پر باندھے تھے پتھر وہ
نہ کیوں حیرت میں آ جائے جہاں ایسی قناعت سے

ہدایت دے انہیں اے ربِّ اکبر یا فنا کر دے
جو نفرت سیّد الابرار کی رکھتے ہیں اُمت سے

اُسی کو ہوتا ہے اے اہلِ حق قربِ خدا حاصل
نہیں ہوتا ہے جو غافل محمدؐ کی اطاعت سے

لبِ اصحاب پر اللہ اکبر کی صدا گونجی
ہوا جب جنگ میں زخمی خلف دستِ رسالت سے

جہاں میں ایسی سیرت پیش کرسکتا نہیں کوئی
بنایا ہم نوا اغیار کو بھی حسنِ سیرت سے

معافی دیں اگر لغزش ہوئی ہو نعت گوئی میں
گذارش دست بستہ ہے مری ماہِ رسالت سے

جھکائے شرم سے گردن جو آیا قاتلِ حمزہ
ملی احمؔر معافی اس کو بھی دربارِ رحمت سے

❁❁❁

❊

کرم ہو ساقیا محفل میں اک حق دار آیا ہے
شرابِ معرفت پینے کو بادہ خوار آیا ہے

اُسی سے اے مسلماں کاٹ دے زنجیر باطل کو
حرم سے لے کے جو اخلاق کی تلوار آیا ہے

یہاں سرکار آ پہنچے ہیں بس اتنی خبر سن کر
قدم لینے کو طیبہ کا ہر اک انصار آیا ہے

شفیع المذنبیں ہو آستاں پر بخشوانے کو
گناہوں کا لئے ہر آدمی انبار آیا ہے

ذرا سی خاکِ طیبہ مجھ کو بھی مل جائے اے آقا
علاج درد و غم کے واسطے بیمار آیا ہے

ذرا سی ہی سہی دے دیجے اُس کو بھیک جلوؤں کی
درِ اقدس پہ مولیٰ طالبِ دیدار آیا ہے

قبول اس کو کریں اے شاہِ دیں اک خادمِ ادنیٰ
درودوں کی لئے ڈالی سرِ دربار آیا ہے

بنائے جا رہے ہیں ڈھا کے مسجد کو صنم خانے
حریفِ دین بن کر آج پھر ادبار آیا ہے

ملک بھی چومتے ہیں اُس کی آنکھیں ہر گھڑی احمرؔ
جو ختم المرسلیں کا دیکھ کر دربار آیا ہے

❊❊❊

✻

صبا مصطفیٰ کے قدم چومتی ہے
کبھی زُلفِ پُر پیچ و خم چومتی ہے

قدم سیدھے پڑتے نہیں زائروں کے
زمیں ہر قدم پر قدم چومتی ہے

ابوبکرؓ پر ہے جو نازاں صداقت
عدالت عمرؓ کا قلم چومتی ہے

غنا کی حدیں ختم عثمان پر ہیں
شجاعت علی کے قدم چومتی ہے

مزاروں پر جا کر حسین و حسن کے
صبا ان کو با چشمِ نم چومتی ہے

ہے قدموں پہ زہرا کے قربان عظمت
تو عفت بھی ان کے قدم چومتی ہے

ہوائے اِرم آ کے طیبہ میں احمؔر
ہر اک بابِ خیرالام چومتی ہے

❁❁❁

❋

شام صحرا میں تو گلشن میں سحر ہوتی ہے
ہجرِ احمدؐ میں یونہی عمر بسر ہوتی ہے

فرش کیا عرش پہ ہوتے ہیں اُسی کے چرچے
جس پہ سرکارِ دو عالم کی نظر ہوتی ہے

جب بھی کہتا ہوں قلم چوم کے نعتِ اقدس
سیرتِ شاہِ اُمم پیشِ نظر ہوتی ہے

سختیِ راہ سے گھبرائے بھی کیسے حاجی
آپؐ کی یاد ہی تسکینِ سفر ہوتی ہے

نور ہی نور نظر آتا ہے ہر سمت وہاں
کیف انگیز مدینے کی سحر ہوتی ہے

میں نے مانا ، نہیں جانے کی ہے وسعت ان میں
حسرتِ دید غریبوں کو مگر ہوتی ہے

حوریں صف باندھے کھڑی رہتی ہیں دونوں جانب
میرے سرکارؐ کی جو راہ گذر ہوتی ہے

شہر دکھلا دے وہ احمرؔ کو بھی اے ربِ قدیر
بارشِ نور جہاں آٹھوں پہر ہوتی ہے

❁❁❁

٭

وہ چاند ہے عرب کا جو میری نظر میں ہے
چرچا اسی کے نور کا ہر ایک گھر میں ہے

شمس الضحیٰ ہے رُخ تو ہے واللیل زُلف بھی
خوبی ہر ایک طرح شہہِ بحر و بر میں ہے

دیکھا تھا خواب میں جو کبھی روضۂ حضورؐ
نقشہ وہی مدینے کا اب تک نظر میں ہے

دندان میں حضورؐ کے دیکھی جو آب و تاب
خوبی کب ایسی جلوۂ لعل و گہر میں ہے

دیوانگی کا حال مری پوچھتے ہو کیا
عشقِ نبیؐ کا سودا ازل ہی سے سر میں ہے

پژ مردہ جو گیا وہاں شاداب ہو گیا
وہ دل کشی مدینہ کی شام و سحر میں ہے

چشمِ کرم ہو مجھ پہ بھی اے ناخدائے دہر
آقا پھنسی غلام کی کشتی بھنور میں ہے

احمرؔ وہی بنے گا ذریعہ نجات کا
دردِ غمِ جدائی جو میرے جگر میں ہے

❁❁❁

✻

آمد پہ تمہاری اے ساقی یہ محفلِ رنداں نازاں ہے
رندوں کی خوشی کا ذکر ہی کیا خود بادۂ عرفاں نازاں ہے

پُر کیف فضائے عالم ہے مئے بار گھٹائیں چھائی ہیں
یہ کس کو حلیمہ لائی ہیں جو فصلِ بہاراں نازاں ہے

جس دن سے زمیں پر آئے ہیں سرکارِ دو عالم فخرِ جہاں
اُس دن سے عرب کا صحرا بھی مانندِ گلستاں نازاں ہے

والّیل ہے جن کی زُلفِ دوتا و الفجر ہے جن کی پیشانی
فردوس میں ان کی آمد سے خود قسمتِ رضواں نازاں ہے

دربارِ رسالت تک اس کو لے جائے گا اس کا جوشِ جنوں
اس بات پہ اے دنیا والو یہ چاکِ گریباں نازاں ہے

اخلاق و شمائل کیا کہیے کردار کی عظمت کیا کہیے
محبوب کی شانِ عالی پر خود قدرتِ یزداں نازاں ہے

ہے حور و ملک سے بالا تر انسان کا رتبہ قرآں میں
جس روز سے یہ رفعت ہے ملی اُس روز سے انساں نازاں ہے

ہے عرشِ معظم سے افضل سرکارِ دو عالم کی چوکھٹ
اُس در پہ جبیں سائی کر کے بے وجہ نہ رضواں نازاں ہے

تعریف میں جس کی آئے ہیں یٰسین و مزمل اور طٰہٰ
اس ذاتِ مقدس پر احمرؔ ہر آیتِ قرآں نازاں ہے

❀❀❀

❋

خوشا قسمت ہماری رحمت اللعالمیں میں آئے
خطائیں بخشوانے کو شفیع المذنبین آئے

مدد اسلام کی صدیقؓ نے کچھ ایسی فرمائی
سلامِ ربِّ اکبر لے کے جبریل امیں آئے

سبق مہر و محبت اور وفا کا دینے دنیا کو
بنی ہاشم گھرانے میں امام المرسلیں آئے

اُڑانے کو جہانِ آذری کے قصرِ باطل پر
علم وحدت کا لے کر دونوں عالم کے امیں آئے

فضائے کعبہ کے لب پر یہ تھا سن سات ہجری میں
شہِ کونین لے کر آیتِ فتحِ مبیں آئے

ازل سے منتظر تھا سارا عالم جن کی آمد کا
جہاں میں آج وہ اے مومنو سلطانِ دیں آئے

زمیں سے عرشِ اعظم تک صدائے مرحبا گونجی
حلیمہ دائی کی آغوش میں جب شاہِ دیں آئے

بہت سے انبیاؑ آئے اگرچہ بزمِ عالم میں
لقب یٰسین و طٰہٰ کا مگر لے کر نہیں آئے

ہوئی تعمیل سبحٰن الذی اسریٰ کی اے احمؔر
شب معراج جب ختم الرسل عرش بریں آئے

❁❁❁

✻

اندھیرا وہم کا جائے یقیں کی روشنی آئے
سنہری جالیوں سے یوں شعاعِ زندگی آئے

سبق انسانیت کا سب کو دینے بزمِ عالم میں
شبہ ہر دوسرا آئے رسولِ ہاشمی آئے

اشداً علامہ کفار کا بھی درس دینے کو
لباسِ آدمیت میں رسولِ ہاشمی آئے

بجھی شمعِ ضلالت ہو گیا سارا جہاں روشن
زمیں پر حضرتِ سرکارِ والا جس گھڑی آئے

بتاؤں کیا فضائل مومنو اس رات کے تم کو
کہ جس شب کو پلٹ کر عرش سے میرے نبیؐ آئے

خودی حائل ہے میرے اور تیرے درمیاں ساقی
پلا ایسی شرابِ طاہرہ کہ بے خودی آئے

نچھاور ٹوٹ کر تارے ہوئے محبوبِ باری پر
قدم کو چومنے جنّت سے جب پیغمبر بھی آئے

ملی ایمان کو قوت گھٹا ہے زور باطل کا
جو عبدالمطلب کے گھر نبیؐ آخری آئے

بلالی قلب میں جیسی تڑپ تھی عشقِ احمدؐ کی
مرے بھی قلبِ مضطر میں اثر یا رب وہی آئے

معطر ہر در و دیوار ہو جائیں مرے گھر کے
صبا ٹکرا کے جو زُلفِ محمدؐ سے کبھی آئے

مبارک ہو تمھیں اس شاہ کی آمد مبارک ہو
یہ جس کے خیر مقدم کو ملائک جنتی آئے

نگاہِ لطف ہو جائے اگر سرکارِ عالم کی
تو پھر گل زارِ ہستی میں دوبارہ تازگی آئے

مکمل ہوگئی نعتِ پیمبر جب مری احمر
تو غلماں میرے آگے لے کے جامِ کوثری آئے

❁❁❁

سلام

اے صبا کیا بات ہے اس جا پہ جا کر دیکھنا
ہے مدینے میں بپا کیوں حشر گھر گھر دیکھنا

وقت رخصت عورتوں سے شہہ نے خیمے میں کہا
سر سے پل بھر کے لئے اُترے نہ چادر دیکھنا

دیکھ کر عباسؑ کو یہ شمر ملعوں نے کہا
پانی لے جانے نہ پائیں اہلِ لشکر دیکھنا

جان کی پروا نہ کی دینِ محمد کے لئے
کربلا میں ہو گئے قربان اکبرؑ دیکھنا

آ رہے ہیں دشمنوں سے شاہ لڑنے کے لئے
حیدری شمشیر کا اب رن میں جوہر دیکھنا

ہو گیا ہے چشمۂ اطہر پہ کیا حملہ کوئی
کیوں قیامت ہے بپا خیمہ کے اندر دیکھنا

ظلم جتنا چاہو ڈھالو ظالمو شبیرؓ پر
حشر جو ہوگا تمہارا روزِ محشر دیکھنا

شمر کے مدِ مقابل آ گئے ہیں شاہِ دیں
کوفیو اب تم کمالِ ابنِ حیدرؓ دیکھنا

ذکرِ اہلِ بیت کر احمر خلوصِ قلب سے
پھر ترا بن جائے گا بگڑا مقدر دیکھنا

❊❊❊

غزلیں

٭

شعلہ مری آنکھوں سے عیاں کیوں نہیں ہوتا
ایسا ابھی اے سوزِ نہاں کیوں نہیں ہوتا

آیا ہوں صنم خانے میں کعبہ سے نکل کر
حاصل مجھے دیدارِ بتاں کیوں نہیں ہوتا

جب پُرسشِ احوال پہ مائل ہیں وہ خود ہی
حالِ دلِ بیتاب بیاں کیوں نہیں ہوتا

ہر وقت تصوّر میں رہا کرتا ہوں پھر بھی
آباد میرے دل کا جہاں کیوں نہیں ہوتا

جب لال پری شیشے میں موجود ہے ساقی
پھر بزم کا رنگین سماں کیوں نہیں ہوتا

برباد جو اک آن میں ہو جاتا ہے غنچہ
ہر خار مگر نذرِ خزاں کیوں نہیں ہوتا

چبھ جاتا ہے جب تیرِ ستم دل ہی میں جا کر
سینے پہ عیاں کوئی نشاں کیوں نہیں ہوتا

گلشن میں نشیمن تو مرا پھونک چکی پھر
ٹھنڈا ترا دل برقِ تپاں کیوں نہیں ہوتا

دل شعبدہ گر کا بھی جسے سن کے پہونچے
احمؔر کا وہ اندازِ بیاں کیوں نہیں ہوتا

❁❁❁

❋

سارا گلشن جل رہا تھا پاسباں کوئی نہ تھا
بجلیاں شعلے دھوئیں تھے مہرباں کوئی نہ تھا

دل بروں کو کامیابی کیوں نہیں ہوتی نصیب
میرے قلب بے خبر کا پاسباں کوئی نہ تھا

تحفۂ نا چیز آتا کیسے یاروں کو پسند
ٹوٹے پھوٹے دل کا میرے قدر داں کوئی نہ تھا

دربدر ہی تک نہ تھی محدود اپنی جستجو
تیری خاطر میں وہاں پہنچا جہاں کوئی نہ تھا

کارواں کیسے پہنچتا منزلِ مقصود پر
کارواں کے ساتھ میرِ کارواں کوئی نہ تھا

میرا ہی گھر کیوں جلایا تو نے اے برقِ تپاں
کیا بجز اک آشیاں اور آشیاں کوئی نہ تھا

کیا حیا مانع ہوئی وعدہ پہ کیوں آئے نہ آپ
بزم میں سب میزباں تھے میہماں کوئی نہ تھا

جانے کس کی قبر تھی عاشق کی یا معشوق کی
ضوفشاں تھیں شمعیں لیکن نوحہ خواں کوئی نہ تھا

تربتِ خستہ وہ مجھ تقدیر کے مارے کی تھی
جس پہ کچھ شمعیں تھیں روشن نوحہ خواں کوئی نہ تھا

کون رکھتا لاج میری، کس سے کہتا دل کی بات
محفلِ یاراں میں احمرؔ رازداں کوئی نہ تھا

❁❁❁

❋

نہ میری بات ہی سمجھا نہ میرا مدعا سمجھا
سنا قصہ مگر کیا جانے اس ظالم نے کیا سمجھا

سفینہ پار اس کا ہو گیا بحرِ محبت سے
ہر اک موجِ تلاطم خیز کو جو ناخدا سمجھا

یہ الہڑ پن ہے ظالم کا کہ ہے یہ بے رُخی اس کی
ابھی تک مدعا میرا نہ وہ جانِ وفا سمجھا

نہ جنت کی تمنا ہے نہ اس کو حور کا لالچ
غلط مطلب ارے نادان تو نے شیخ کا سمجھا

فراقِ یار میں بھی نیند سی کچھ آ گئی مجھ کو
شبِ غم یہ سکوں پا کر کرم بے درد کا سمجھا

طبیعت ہی تو ہے ظالم نے مطلب میری باتوں کا
بھلا چاہا بھلا سمجھا ، بُرا چاہا بُرا سمجھا

دوبارہ کوچۂ محبوب میں جانے کی زحمت کر
پیامِ عشق بالتفصیل اُن کو اے صبا سمجھا

جسے دیکھو وہ ٹھکرا کر گذر جاتا ہے تربت کو
نہ دنیا نے شہیدانِ وفا کا مرتبہ سمجھا

حقیقت میں یہ کعبہ ہے جہاں کرتا ہوں میں سجدے
یہ تیری بھول ہے زاہد جو اس کو بت کدہ سمجھا

بتِ کافر کے محفل میں اچانک چڑھ گئے تیور
ہمارے عرضِ مقصد کو خدا جانے وہ کیا سمجھا

کٹاتا ہے گلا ہنس ہنس کے اُس کے اک اشارے پر
اسی کو بے مروت نے ہمیشہ بے وفا سمجھا

ہزاروں قافلے لوٹے ہیں جس نے راہِ اُلفت کے
دلِ معصوم نے احمرؔ اسی کو رہنما سمجھا

❁❁❁

❋

جفا سے مٹ نہیں سکتا تری نام و نشاں میرا
فلک بھی کر چکا ہے بارہا یوں امتحاں میرا

فسانہ غم کا سن کر اشک بھر آئے ان آنکھوں میں
اثر انگیز تھا شاید کہ یہ طرزِ بیاں میرا

تھے بے گانہ یہی کیا چار تنکے صحنِ گلشن میں
اُجاڑا کس لئے تو نے نشیمن باغباں میرا

حواس و ہوش اُڑائے ، دل لیا اب جاں کی باری ہے
نہ پوچھو کس طرح لوٹا گیا ہے کارواں میرا

سناؤں بزمِ عالم میں کسے حالِ زبوں جا کر
نہ کوئی ہم نشیں میرا نہ کوئی رازداں میرا

سرِ مقتل میں وہ آ کر دیکھتے ہمت ذرا میری
اُنہیں منظور ہی تھا جبکہ لینا امتحاں میرا

تغافل اس کو کہیے یا تو اس کی برہمی کہیے
مجھے بھی اب نہیں پہچانتا ہے رازداں میرا

خزاں کے دور میں اس کی توقع تو نہ تھی لیکن
اچانک گر کے بجلی نے جلایا آشیاں میرا

بتاؤں کیا میں حالت سوزشِ اُلفت کی اے احمر
نکل کر منھ سے ہر نالہ ہوا آتش فشاں میرا

❊❊❊

خون پانی کیوں نہ ہوتا بلبلِ ناشاد کا
آنا جانا دیکھ کر سوئے چمن صیاد کا

پانی پانی ہو گیا اپنے کیے پر بے وفا
میں نے چھیڑا جب فسانہ اُس ستم ایجاد کا

ہم زباں کوئی نہیں ہے ، ہم نوا کوئی نہیں
بے کسی میں ہے سہارا اک تمہاری یاد کا

اُس بتِ کافر ادا نے جب سے لوٹا ہے مجھے
ہر جگہ ہوتا ہے چرچا خانماں برباد کا

کیوں نہ ہوں رنگینیاں شعر و سخن میں اے حضور
حال پر میرے کرم ہے حضرتِ استاد کا

صبح سے پہلے ہی اپنے گھر سدھارا حیلہ جو
خون ہو کر رہ گیا دل عاشقِ ناشاد کا

پھیر کر گردن پہ خنجر قتل گاہِ ناز میں
پوچھتا ہے حال ظالم بسملِ ناشاد کا

اے دلِ بے تاب نالہ روک لے ایسا نہ ہو
ہاتھ چلتے چلتے رک جائے نہ اُس جلّاد کا

وقتِ آخر جو عیادت کو مسیحا آگیا
ہے کرامت عشق کی یا ہے اثر فریاد کا

جس نے سینے پر کبھی تیرِ ستم کھایا نہ ہو
حال کیا سمجھے گا وہ احمر دلِ برباد کا

❁❁❁

❄

نہ کر پائے ابھی تک فیصلہ اصنام خانوں کا
نہ جانے کیا ارادہ ہے وطن کے پاسبانوں کا

نہ کوئی رشتۂ ماضی ، نہ فکرِ حال و مستقبل
جسے دیکھو ہے بے حس ، حال یہ ہے نوجوانوں کا

بغل میں جو چھری رکھتے ہیں اور ہنس کر بھی ملتے ہیں
نہ کیجیے ذکر بھولے سے بھی ایسے مہربانوں کا

سرِ محفل ستم ایجاد کی آنکھیں چھلک اُٹھیں
اثر ایسا ہوا اُس پر مرے غم کے فسانوں کا

گلستاں کے محافظ اور یاری برقِ سوزاں سے
عجب انداز ہے عہدِ رواں کے باغ بانوں کا

تمنا تھی فرشتو کو بھی جس سائے میں رہنے کی
وہ سایہ ہے تری زلفِ دوتا کے شامیانوں کا

سفینے کو کنارے پر اگر جلدی لگانا ہے
ہوا کی سمت اے ملّاح کر رُخ بادبانوں کا

جو برساتا ہے پتھر دوسروں کے گھر پہ اے احمؔر
وہ خود ہوتا ہے دشمن اپنے شیشوں کے مکانوں کا

❊❊❊

❋

یہی ارمان یہی شوق ہے دیوانے کا
رنگ پھیکا نہ پڑے عشق کے افسانے کا

بادہ خواروں کو تیرے ہوش ابھی باقی ہے
دور چلتا رہے ساقی یونہی پیمانے کا

بحرِ اُلفت سے ہوا پار سفینہ میرا
قصد جب کر لیا طوفان سے ٹکرانے کا

بجلیاں غم کی گریں خرمنِ دل پر میرے
سلسلہ ختم جو ہوا آپ سے یارانے کا

منظرِ بادہ کشی یوں تو بہت دیکھا ہے
رنگ کچھ اور ہے ساقی تیرے میخانے کا

میری اُلفت کا یقین ان کو نہ آئے لیکن
شکوہ ہرگز نہ کروں گا کبھی جھٹلانے کا

ایک سجدہ میں محبت کے ، جبیں پر اپنی
کھینچ لایا ہوں میں نقشہ ترے کاشانے کا

اس کے رستے میں رقیبوں نے بچھائے کانٹے
وعدہ اُس بت نے کیا جب بھی کبھی آنے کا

قیس و فرہاد کے قصے بھی سنے ہیں لیکن
ڈھنگ کچھ اور ہے احمرؔ تیرے افسانے کا

❄❄❄

❄

ستم ڈھا رہا ہے لڑکپن کسی کا
سرِ بزم ہے چاک دامن کسی کا

ابھی راہِ اُلفت کی مشکل ہو آساں
اگر ہاتھ آ جائے دامن کسی کا

تجھے فصلِ گل میں اری برقِ تاباں
جلا کر ملا کیا نشیمن کسی کا

شہیدِ محبت میں جان آ گئی ہے
گئے وہ جو ٹھکرا کے مدفن کسی کا

جسے دیکھ کر خود تڑپ جائے منزل
نہ یوں کارواں لوٹ رہزن کسی کا

جو چہرہ سے اپنے ہٹا دیں وہ پردہ
مقدّر سنور جائے فوراً کسی کا

جسے تو سمجھتا ہے بے کار گل چیں
اسی شاخِ گل پر ہے مسکن کسی کا

ہزاروں ہوئے آنِ واحد میں بسمل
غضب کر گیا تیرِ پُر فن کسی کا

میرے سامنے جام ساقی جو لایا
خیال آگیا مجھ کو فوراً کسی کا

یہ پوچھو گذرتی ہے کیا اس پہ احمرؔ
نہیں ہاتھ میں جس کے دامن کسی کا

❊❊❊

✲

رو دیا وہ بھی جو اس نے مجھے روتا دیکھا
جذبِ اُلفت کا یہ دل سوز کرشمہ دیکھا

رُخ سے زلفیں جو ہٹیں چاند سا مکھڑا دیکھا
روئے روشن کا یہ انداز نرالا دیکھا

جان دی جن کے لئے وہ بھی بُرا کہتے ہیں
کشورِ حسن کا دستور یہ اُلٹا دیکھا

زیرِ خنجر بھی ترا نام زباں پر ہے مری
چاہنے والے کا اے دوست کلیجہ دیکھا

ظلمِ بے جا پہ جھکی شرم سے ان کی گردن
میرے نالوں کو جو ہم دوشِ ثریا دیکھا

قصّۂ طور سنائیں ذرا موسیٰ کھل کر
آپ جب ہوش میں آئے تو وہاں کیا دیکھا

میرے اشعار سے سرشار ہے ساری محفل
جرم کا فیض اے احمر یہ نرالا دیکھا

❊❊❊

❋

طور پر کہیے تو کیا آپ نے موسیٰ دیکھا
حسن کو پردے میں دیکھا کہ بے پردہ دیکھا

اس نے بھی رو دیا جس نے مجھے روتا دیکھا
گریۂ عشق کا دنیا نے کرشمہ دیکھا

زیرِ خنجر بھی زباں پر ہے مری نام ترا
دیکھا اک دوست کا اے دوست کلیجہ دیکھا

دکھ میں نیند آئی مجھے بھی تو خضرا کی قسم
خواب میں میں نے سدا ایک ہی مکھڑا دیکھا

بلبلیں کس طرح گلزار سے ہجرت کرتیں
برقِ سوزاں کا ہر اک گام پہ پہرہ دیکھا

وہ بھی کہتا ہے بُرا جس کے لئے ظلم سہے
ہم نے اس دور کا دستور ہی اُلٹا دیکھا

بزمِ جاناں میں کوئی شمع نظر آئی نہیں
روئے تاباں کا ہر اک سمت اُجالا دیکھا

صرف دو چار پہ موقوف نہیں ہے احؔمر
جرؔم کے فیض کا ہر جام چھلکتا دیکھا

❁❁❁

❋

ہٹا کر رُخ سے آنچل روئے تاباں کون دیکھے گا
نگاہِ شوق سے زلفِ پریشاں کون دیکھے گا

کفن رُخ سے ہٹا کر میرا چہرہ دیکھنے والو
پلٹ کر منظرِ گورِ غریباں کون دیکھے گا

نہ کر تو اے دلِ مہجور وصل و دید کی خواہش
فراقِ زلفِ جاناں میں بیاباں کون دیکھے گا

مٹا کر کیا ملے گا ہم کو اے بیداد گر بتلا
نہ ہوں گے ہم تو یہ جشنِ چراغاں کون دیکھے گا

تو کیوں پردے میں آخر چھپ گئی دکھلا کے رنگ اپنا
چمن کو خاک ہوتے برقِ سوزاں کون دیکھے گا

تو مجھ سے قیدیوں کو کیوں جدا کرتا ہے اے ظالم
لہو سے تر بہ تر دیوارِ زنداں کون دیکھے گا

رسائی کر لے پیدا تو حریمِ ناز تک ورنہ
نفاست تیری غزلوں کی سخن داں کون دیکھے گا

چمن کی سرخیوں میں خون میرا بھی نمایاں ہے
مگر انصاف سے پھولوں کا داماں کون دیکھے گا

بھروسہ کرلیں گر ہم آپ کے اُن جھوٹے وعدوں پر
تو پھر فرمایئے تو شامِ ہجراں کون دیکھئے گا

خطا احمر یہ میری ہے انہیں تہمت نہ دو ورنہ
سرِ محفل مجھے ہوتے پشیماں کون دیکھے گا

❁❁❁

❄

تصوّر میں آنے کی کوشش نہ کرنا
مجھے پھر ستانے کی کوشش نہ کرنا

کسی دل جلے کا اری برقِ تاباں
نشیمن جلانے کی کوشش نہ کرنا

لگا کر اے دل ان سے اُلفت کی بازی
کبھی مات کھانے کی کوشش نہ کرنا

اگر بہکی باتیں کروں میں تو ساقی
دوبارہ پلانے کی کوشش نہ کرنا

مرے سامنے آ کے اے جانِ عالم
نگاہیں چُرانے کی کوشش نہ کرنا

ہوائے چمن ہے مخالف اے غنچو
ابھی مسکرانے کی کوشش نہ کرنا

جلائی ہے شمعِ وفا مشکلوں سے
اسے تم بجھانے کی کوشش نہ کرنا

جہاں ہو محبت کی رسوائی اے دل
وہاں آنے جانے کی کوشش نہ کرنا

بتوں کی محبت میں پھنس کر اے احمؔر
خدا کو بھلانے کی کوشش نہ کرنا

❁❁❁

❄

نہ جائے گا کسی کے گیسوؤں کا خم بہ خم ہونا
بہت مشکل ہے میرے شوق کی الجھن کا کم ہونا

صنم خانہ ہو یا کعبہ جھکا دوں گا جبیں اپنی
اگر ثابت ہوا مجھ پر ترا نقشِ قدم ہونا

بھلا کیونکر وہ بچتا آپ کے دامِ محبت سے
مقدر ہی میں تھا جس کے اسیرِ رنج و غم ہونا

نہ اتنی دے کہ میں بہکوں نہ تشنہ لب رہوں ساقی
بقدرِ ظرف ساغر دے بُرا ہے بیش و کم ہونا

نظر والوں سے پوچھو تم بلندی کوئے جاناں کی
تعجب کیا ہے اس کا غیرتِ باغِ ارم ہونا

فقط یہ سوچ کر آنسو بہاتا ہوں شبِ فرقت
کبھی تو رنگ لائے گا مرا یہ چشمِ نم ہونا

چمن کے گوشہ گوشہ میں فقط بجلی کا چرچا ہے
کچھ ایسا رنگ لایا ہے مرا جل کر بھسم ہونا

تہہِ خنجر بھی ہونٹوں پر مرے آیا تو یہ آیا
مبارک ہو ستم ایجاد کو اہلِ ستم ہونا

خیالِ حور میں دن رات وہ بد مست رہتا ہے
نہیں کچھ کام آیا شیخ کا اہلِ حرم ہونا

توقع رحم کی اس سے نہ رکھ تو اے دلِ ناداں
کبھی ممکن نہیں جلّاد کا اہلِ کرم ہونا

ادا کر کے رہوں گا ایک دن میں اس فریضے کو
اگر تقدیر میں ہی لکھ گیا ہے سر قلم ہونا

ہزاروں رنج و غم سہ کر بھی میں ہنستا ہوں اے احمؔر
بشر کے واسطے ہے لازمی ثابت قدم ہونا

❀❀❀

❋

ہم نے کب بے سمجھے اُس کے پاؤں پر سر رکھ دیا
اپنے حق میں جنگ کا نقشہ پلٹ کر رکھ دیا

تہمتوں کا بوجھ بے دردی سے مجھ پر رکھ دیا
گویا سطحِ آب پر ظالم نے پتھر رکھ دیا

ہاں نہیں کچھ بھی تو کہتے کچھ تو فرماتے جواب
پڑھ کے خط کیوں آپ نے اے بندہ پرور رکھ دیا

میری توبہ لمحہ بھر میں ریزہ ریزہ ہو گئی
سامنے اس نے جو ساغر مسکرا کر رکھ دیا

ساقیِ مے خانہ کی چشمِ فسوں گر دیکھ کر
زاہدوں نے زہد و تقویٰ زیرِ ساغر رکھ دیا

میں حدیث غم سنا کر ہو گیا خاموش جب
اس نے دامن میں مرے بے مثل گوہر رکھ دیا

میں نے باندھا تھا بڑی مشکل سے جس کو شاخ پر
بجلیوں نے میرا وہ مسکن جلا کر رکھ دیا

زلزلہ سا آگیا عقل و خرد کی بزم میں
طرزِ نو کا کھینچ کر جب اصل منظر رکھ دیا

زخم دل کا خاک کر پائے گا چارہ گر علاج
اُس نے کچے پن ہی میں نشتر پہ نشتر رکھ دیا

دیکھی جو آتے ہوئے لب پر مرے مطلب کی بات
جھٹ سے قاتل نے مری گردن پہ خنجر رکھ دیا

شاعری شاعر کا پیچھا چھوڑ دے ممکن نہیں
کیوں عبث تو نے قلم احمرؔ اُٹھا کر رکھ دیا

❀❀❀

❋

دم نہیں باقی زباں میں اب سلام آیا تو کیا
آخری لمحے مجھے اُن کا پیام آیا تو کیا

ٹھوکریں کھائیں ، ہوئے رُسوا ، سنے طعنے ہزار
جستجو میں آپ کی ایسا مقام آیا تو کیا

رات بھر اغیار کی تعریف وہ کرتے رہے
صبح دم اُن کے لبوں پر میرا نام آیا تو کیا

خوش نہ ہو صیّاد مرغِ ناتواں کو کر کے قید
آب و دانہ کے لئے وہ زیرِ دام آیا تو کیا

تیرے فیضِ عام کا مل تو گیا مجھ کو ثبوت
ساقیا خالی مرے حصّے میں جام آیا تو کیا

مے کشوں نے بات تیری کوئی بھی مانی نہیں
مے کدے میں محتسب تو صبح و شام آیا تو کیا

بن نہ پایا دائمی اے دل تسلّی کا سبب
چند لمحے جھوٹا وعدہ تیرے کام آیا تو کیا

الٹی جب چلنے لگیں سانسیں مریضِ ہجر کی
اس گھڑی خط لے کے قاصد تیز گام آیا تو کیا

راہیِ راہِ طالب منزل نہ اپنی پا سکا
رہبری کرنے کوئی بالائے بام آیا تو کیا

ان کو نفرت مجھ سے ہے کوئی تعلق اب نہیں
چاہنے والوں میں اُن کے میرا نام آیا تو کیا

وہ نہیں آئے اے احمؔر دیکھنے بیمار کو
کوئی خاص آیا تو کیا اور کوئی عام آیا تو کیا

❋❋❋

❄

سچ زباں پر لاتے ہی قیدیٔ زنداں ہو گیا
مسئلہ شہرت کا میری اور آساں ہو گیا

کھولتے ہی زلف کے بے برسے پل میں چھٹ گیا
جانے کیوں مرعوب اتنا ابرِ باراں ہو گیا

کرتا کیسے میں بھلا وعدہ خلافی کا گلہ
جب خطاؤں پر وہ اپنی خود پشیماں ہو گیا

پست ہمت ہو گیا جور و ستم ڈھا ڈھا کے جب
مہرباں مجھ پر بالآخر دشمنِ جاں ہو گیا

دھوپ سے گھبرا کے جس سائے میں ٹھہرا تھا کبھی
آج وہ سایہ بھی میرا دشمنِ جاں ہو گیا

دین و ایماں کا مرے جو تھا مخالف بے مثال
توبہ کر کے آج وہ کافر مسلماں ہو گیا

اپنے ہم جنسوں کا خوں پی کر بجھاتا ہے وہ پیاس
کس قدر اس دور میں خونخوار انساں ہو گیا

وقت کے ہاتھوں ہوا کچھ اس طرح پامال میں
جس نے میرا حال دیکھا وہ پریشاں ہو گیا

میکشوں کے درمیاں پیرِ مغاں کو دیکھ کر
میرا تقویٰ حامیِ تقلیدِ زنداں ہو گیا

بھول جاؤں کیسے اُس محبوب کو ممکن نہیں
جس کا لطفِ خاص احمؔر راحتِ جاں ہو گیا

❁❁❁

❋

دل کسی سے لگا کے دیکھ لیا
چوٹ پر چوٹ کھا کے دیکھ لیا

رحم کس خوش نصیب پر آیا
کس کو چلمن اُٹھا کے دیکھ لیا

چین آتا نہیں کسی پہلو
تم نے مجھ کو ستا کے دیکھ لیا

تیرے ارمان کے سوا کیا ہے
دل کی دنیا میں آ کے دیکھ لیا

بے وفا کون باوفا ہے کون
آپ نے آزما کے دیکھ لیا

عمرِ رفتہ کی یاد آ ہی گئی
آئینہ جب اُٹھا کے دیکھ لیا

ہل گیا عرش ہے ارے ظالم
کعبۂ دل کو ڈھا کے دیکھ لیا

یہ بھی اک چال ہے ستانے کی
جب ملے مسکرا کے دیکھ لیا

بے وفا ہے زمانہ اے احمرؔ
ہر طرح آزما کے دیکھ لیا

❁❁❁

❄

کرتا رہا دعا دلِ مضطر تمام رات
چمکا جو اس کے ہاتھ میں خنجر تمام رات

بھر بھر کے جام خود وہ پلاتے رہے مجھے
چلتا رہا شراب کا ساغر تمام رات

آخر بنا سکا نہ وہ ہم سا حسیں صنم
پتھر تراشتا رہا آذر تمام رات

پردہ حریم ناز کا اُٹھتا رہا ادھر
اور دل یہ کھینچتا رہا منظر تمام رات

یہ معجزہ تھا عشق کا جو میرے شانے پر
سایہ فگن تھی زلفِ معطّر تمام رات

لیتے رہے مزے مرے زخمِ دل و جگر
چھڑکا کیا نمک وہ ستم گر تمام رات

میں منتظر کرم رہا اور اُدھر رقیب
چنتا رہا مراد کے گوہر تمام رات

مطلب کی بات میری زباں پر جو آگئی
بیٹھے رہے بدل کے وہ تیور تمام رات

یوں آستانِ یار پہ سجدہ ادا کیا
اُٹھا نہ ان کے در سے مرا سر تمام رات

اس کے بھی دل میں میری محبت تو ڈال دے
کہتا رہا خدا سے یہ احمرؔ تمام رات

❁❁❁

✻

ہے خبر آئے گا وہ جانِ وفا آج کی رات
دل میں ہل چل سی مچی ہے بہ خدا آج کی رات

سیر کو نکلا ہے شاید کوئی رشکِ مہتاب
اتنی رنگیں ہے جو ہر سمت فضا ، آج کی رات

اس میں شامل جو لہو میری تمنا کا ہوا
اور کچھ شوخ ہوا رنگِ حنا آج کی رات

میری قسمت میں لکھا ہے کہ نہیں ان کا وصال
دیکھ کر ہاتھ منجم یہ بتا آج کی رات

مسکرا کر مرے سینے پہ جو رکھ دیتے وہ ہاتھ
دردِ دل کی مجھے مل جاتی دوا آج کی رات

باتوں باتوں میں کیا میری اُمیدوں کا لہو
یہ محبت کا دیا اس نے صلہ آج کی رات

تشنہ لب آیا ہوں میخانے میں ساقی تیرے
چشمِ مخمور سے ساغر ہو عطا آج کی رات

جذبۂ شوق مرا ہو گیا کچھ اور سوا
ان کے رخسار پہ پھیلی جو ضیا آج کی رات

قصہ گریہ و غم ان کو سناؤں جب تک
اور ذرا ٹوٹ کے برسے یہ گھٹا آج کی رات

دلِ مجروح پہ اک اور لگایا چرکا
اس نے اغیار کا جو ذکر کیا آج کی رات

میرا محبوب رہے خوش یہ تمنّا ہے مری
مانگی احمرؔ نے یہ دل سے دعا آج کی رات

❋❋❋

❋

جب کھنچے ابرو کسی کے تیغِ برّاں کی طرح
کر دیا دل نذر ہم نے مردِ میداں کی طرح

اُس ستم گر نے مرا جب مدعا ٹھکرا دیا
ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا دل چاکِ داماں کی طرح

آخری دم بھی میسر جب نہ دید ان کی ہوئی
آنکھ برسانے لگی خون ابرِ باراں کی طرح

اک نہ اک دن خاک ہو کر ہم کسی کی یاد میں
بیٹھ جائیں گے کہیں گردِ بیاباں کی طرح

تاک کر جو وہ چلائیں تیر اب میری طرف
عمر بھر رکھوں گا دل میں خاص مہماں کی طرح

آتے ہی رخسار پر گوہر بنا وہ اشکِ ناز
سرمگیں آنکھیں ہیں گویا ابرِ نیساں کی طرح

اس کے سنگِ آستاں پر جس نے بھی سر رکھ دیا
چمکا قسمت کا ستارہ ماہِ تاباں کی طرح

وقتِ رخصت دیکھنا مڑ مڑ کے ان کا ناز سے
چبھ رہا تھا دل میں میرے تیر مژگاں کی طرح

اب بھی دل کی ہے تمنا اب کہ راہِ عشق میں
میں رہوں ثابت قدم مردِ مسلماں کی طرح

ہے کرم اُن کا یہ احمؔر جو خزاں کے دور میں
جل رہا ہے خرمنِ دل برقِ تاباں کی طرح

❋❋❋

❊

سوچتا ہوں نذر تیری کیا کروں جانِ بہار
دل بھی ہے اک پاس میرے تو ہے وہ بھی داغ دار

ابروؤں پر بل ہیں ان کے اور ہونٹوں پر ہنسی
اللہ اللہ دامنِ گل میں چھپے بیٹھے ہیں خار

مست آنکھوں کا تصدق آج وہ بادہ پلا
تا قیامت ساقیا باقی رہے جس کا خمار

آج انہوں نے جو ہماری داستانِ غم سنی
مضمحل پہلے ہوئے پھر ہو گئے وہ اشک بار

بیٹھے بیٹھے یہ اچانک لہر کیسی آ گئی
کر دیا وحشی نے تیرے دامنِ دل تار تار

بڑھ رہا ہے مجمعِ عشاق سوئے قتل گہہ
دستِ قاتل میں اُدھر عریاں ہے تیغِ آب دار

رات بھر جو شمعِ محفل میں جلی تو کیا ہوا
دیکھو پروانے کو جو رہتا ہے ہر دم شعلہ بار

کرتا ہے برباد جس کو تو لگا کر ٹھوکریں
یہ شہیدِ ناز کا تیرے ہے اے ظالم مزار

اب کبھی بہر شکایت منھ میں ہل سکتی نہیں
حدتِ غم سے زباں پر آبلے ہیں بے شمار

رو کے پھولوں کے تغافل پر یہ بولیں بلبلیں
جن پہ دل کو تھا بھروسہ نکلے وہ بے اعتبار

بھولنا چاہوں بھی تو ان کو بھلا سکتا نہیں
چٹکیاں لیتی ہے احمرؔ یاد ان کی بار بار

❋❋❋

❄

گری جلوؤں کی بجلی شوق کے تارِ رگ جاں پر
سرِ محفل نظر جب بھی پڑی اُس روئے تاباں پر

فلک بھی رو رہا تھا دیکھ کر حالِ زبوں میرا
یہ وہ تاریخ ہے بجلی گری تھی جب گلستاں پر

پہنچ جائے گا منزل پر یقیں محکم ہے گر تیرا
گھٹا غم کی ہے کیوں چھائی ہوئی قلبِ پریشاں پر

بہ ظاہر چند تنکے ہیں مگر تم دیکھنا اُس دم
کرم فرمائیں گی جب بجلیاں صحنِ گلستاں پر

چھلکتے جام و ساغر دیکھ کر ساقی کے ہاتھوں میں
نئے سر سے جوانی آگئی ہے بزمِ رنداں پر

بھری محفل میں کہہ دوں گا دلِ بے تاب کا قصہ
کرم فرمائیں گے وہ جب مرے حالِ پریشاں پر

زمانے پر حقیقت کھل گئی عشق و محبت کی
نچھاور جب کہ پروانہ ہوا شمعِ فروزاں پر

خدا کے واسطے وحشی پر اپنے رحم فرماؤ
بہت اب اُٹھ رہی ہیں اُنگلیاں چاکِ گریباں پر

یہی احمر کی مظلومی کی دیں گے داد محشر میں
پڑے ہیں خون کے دھبّے جو قاتل تیرے داماں پر

❋❋❋

❋

میری حالت دیکھ کر چاکِ گریباں دیکھ کر
رحم ان کو آ گیا آخر یہ ساماں دیکھ کر

باغ میں کیفیتِ فصلِ بہاراں دیکھ کر
زخمِ دل ہنسنے لگے کلیوں کو خنداں دیکھ کر

ہم نے اس انداز سے ان کو سنائی داستاں
رو پڑے وہ بھی ہماری چشمِ گریاں دیکھ کر

جا رہا ہوں مے کدے کی سمت میں اس واسطے
غم غلط ہوتا ہے اپنا جشنِ رنداں دیکھ کر

ضبط سے لے کام اے دل آج بزمِ یار میں
ہو نہ جائے وہ پریشاں مجھ کو حیراں دیکھ کر

اس سے بڑھ کر اور کیا دوں جاں نثاری کا ثبوت
دل نشانہ ہو گیا جو تیرِ مژگاں دیکھ کر

آئینہ خانے میں جب زلفیں بنانے وہ گئے
آئینہ حیراں ہوا خود حسنِ جاناں دیکھ کر

جوشِ وحشت میں گیا جو سوئے گلشن میں کبھی
ہنس پڑیں کلیاں مرا چاکِ گریباں دیکھ کر

سوزِ اُلفت نے دکھایا یہ سرِ محفل اثر
وہ پریشاں ہو گئے مجھ کو پریشاں دیکھ کر

اپنی قسمت آزمانے قتل گاہِ ناز میں
سر بکف عشاق آئے تیغِ عریاں دیکھ کر

❋❋❋

❄

ساغرِ عرفاں کا طالب ہے بڑا ے خوار بس
کر عطا اتنا کہ کہہ دے ساقیِ گلنار بس

بات کچھ تکرار کی پردہ نشیں سے تھی ضرور
کیسے کہہ دوں ہوگئی ان سے یونہی تکرار بس

اپنی جاں بازی کا لوہا اس سے منوانا ہے گر
اتنا سر دے دے کہ کہہ دے وقت کی تلوار بس

بے خودی میں کون یہ کہتا گیا سوئے چمن
مجھ کو دیوانا کرے ہے پھول سا رخسار بس

دل میں دریائے الم ہے موجزن تو کیا ہوا
آنکھ سے آنسو کے تو قطرے گرے دوچار بس

گلستاں بھی دیکھا ہے صحرا بھی چشمِ عشق نے
حسن کی نظروں نے تو دیکھا ہے لالہ زار بس

بانٹ لیتے ہیں ہمیشہ آپ ہی دکھ درد کو
آپ ہی مرتے ہیں احمرؔ مونس و غم خوار بس

❁❁❁

❋

آ گیا وہ چارہ گر جو آج عادت کے خلاف
ہو گئی راحت میسر مجھ کو قسمت کے خلاف

دسترس میں ہے نشیمن جب مرا صیاد کی
کس طرح پھر بیر رکھوں ہے سیاست کے خلاف

گر مرا شامل نہ ہوتا رنگِ گلشن میں لہو
آج یہ رنگت نہ ہوتی پھیکی رنگت کے خلاف

ملک میں غارت گری کی ہو گئی ہے انتہا
کیوں نہ ہم پرچم اُٹھالیں اس خباثت کے خلاف

حق پسندوں کے دلوں پر برقِ حیرت گر پڑی
فیصلہ جس دم ہوا حق و صداقت کے خلاف

جتنا جو چاہے اُسے اتنا پلا دے ساقیا
ورنہ تہمت آئے گی تجھ پر سخاوت کے خلاف

جھڑکیوں سے بھی نوازا در سے بھی اُٹھوا دیا
اور کیا دے گا مجھے تو میری قسمت کے خلاف

دیکھ کر گھٹتا ہوا اپنا وقار و اعتبار
ہو گئی اے ہم نشینو عقل وحشت کے خلاف

ترکِ الفت کیوں کروں میں اے دلِ ناداں بتا
مان لوں کیوں بات تیری اپنی حسرت کے خلاف

اہلِ حق سینہ سپر ہو جائیں پھر حق کے لئے
پھر کمر بستہ ہیں دشمن دین و ملّت کے خلاف

عشق کی ہمت جو دیکھی آتشِ نمرود نے
ہو گیا احمؔر وہ گلشن اپنی فطرت کے خلاف

❁❁❁

❄

مجھے دامِ اُلفت میں الجھا گیا دل
یہ بیٹھے بٹھائے کہاں آ گیا دل

تباہی کا قصہ تمھیں پوچھتے ہو
تمہاری ہی محفل میں لوٹا گیا دل

نگاہیں ملا کر کبھی مسکرا کر
وہ جب بھی ملا مجھ سے تڑپا گیا دل

کروں ان کو کیا نذر اس فکر میں تھا
مگر ایسے موقع پہ کام آ گیا دل

جسے لوگ کہتے ہیں بے درد و ظالم
اسی شوخ بُت پر مرا آ گیا دل

بڑھیں الجھنیں جب بھی راہِ طلب میں
ترا ہی خیال آ کے بہلا گیا دل

جنھیں دیکھنے کی تمنا بہت تھی
نظر ان سے ملتے ہی گھبرا گیا دل

رہِ شوق میں ہوش رکھتے ہوئے بھی
فریب اس ستم گار کا کھا گیا دل

مذمت تو رندوں کی کرتا تھا واعظ
مگر آج اس کا بھی للچا گیا دل

چلیں جانبِ مے کدہ ہم بھی احمرؔ
ارادہ کیا تھا کہ تھرّا گیا دل

❋❋❋

❄

لئے جو آئے ہیں محفل میں وہ شراب کا جام
چھلک نہ جائے کہیں آج پھر شباب کا جام

وہ روندتے ہی رہے قبر میری آ آ کر
مجھے پلایا کئے اس طرح عتاب کا جام

کب آئے کب وہ گئے کتنی دیر تک ٹھہرے
رہا نہ ہوش مجھے رات پی کے خواب کا جام

تڑپ اُٹھا جو رخِ دوست پر نگاہ پڑی
اُٹھا کے پردہ پلایا مجھے نقاب کا جام

نہیں ہے ہوش میں کوئی بھی رندِ مے خانہ
نشہ میں دھت ہے ہر اک پی کے انقلاب کا جام

کمالِ فن وہ دکھاتے رہے سرِ محفل
میں ہوش کھو کے بھی پیتا رہا رباب کا جام

چمن میں بے خود و سرشار عندلیب ہے کیوں
پیا ہے اس نے بھی شاید کوئی گلاب کا جام

سنا رہا ہوں انہیں میں حدیثِ غم لیکن
چھلک نہ جائے کہیں دیدۂ پُر آب کا جام

ذرا سی پی کے ہی دم توڑ دے نہ دیوانہ
بہت ہی تلخ ہے فرقت کے اضطراب کا جام

رہے نہ ہوش زمانے کا اس کو اے ساقی
عطا کر ایسا تو احمرؔ کو اک شراب کا جام

❋❋❋

✲

تیری خاطر اے دلِ بیتاب ہیں برباد ہم
پھر رہے ہیں مارے مارے چار سو ناشاد ہم

جا کے بزمِ یار میں خود ہی ہوئے ہیں جب اسیر
کس طرح لائیں زباں پر شکوۂ بیداد ہم

جس کی خاطر اہلِ دنیا کی نگاہوں سے گرے
خونِ دل سے لکھ رہے ہیں آج وہ روداد ہم

آج تک جس نے کسی پر رحم کھایا ہی نہیں
اس پہ ہوتا کیا اثر کرتے بھی جو فریاد ہم

اک نہ اک دن پنجۂ صیاد میں آنا ہی تھا
رہتے کیسے گلستاں میں اس طرح آزاد ہم

ہر طرف پھیلا ہوا ہے جب ترا دامِ فریب
تابکہ بچتے ترے پھندوں سے اے صیّاد ہم

گلستاں بھر تھا مگر اس شاخ پر بجلی گری
رکھ رہے تھے آشیاں کی جس جگہ بنیاد ہم

بن گیا ہے بنتے بنتے اک مزاجِ مستقل
دل دھڑکتا ہے تجھے کرتے ہیں جب بھی یاد ہم

قتل گہہ میں پوچھتا ہے اے ستم گر حالِ دل
ذبح کر دے کہ کہیں گے کچھ نہ اب جلّاد ہم

بے وفا بیداد گر سے ملنے کی اب ضد نہ کر
اس کی محفل میں نہ جائیں گے دلِ ناشاد ہم

کچھ سمجھ ہی میں نہیں آتا ہے احمرؔ اس کا بھید
ایک ظالم کے لئے کیوں ہو گئے برباد ہم

❋❋❋

✲

یہ مسئلہ بنا ہے ہزاروں کے درمیاں
کیا بات کہہ گئے وہ اشاروں کے درمیاں

خاکی ہوں لیکن ایسی میں رکھتا ہوں آب و تاب
ہے ذکر میرا چاند ستاروں کے درمیاں

چوکھٹ پہ سجدہ ریز تری ہوگا پہلے کون
تکرار ہے یہ عشق کے ماروں کے درمیاں

ہم ہیں مخالفین کے حلقے میں اس طرح
جیسے چمن میں پھول ہوں خاروں کے درمیاں

راہِ عمل میں چھوڑ سکے وہ نہ کوئی نقش
جو رہ گئے الجھ کے نظاروں کے درمیاں

دیکھی حنا نے اہلِ چمن کی جو دست برد
رنگت چھپا لی اپنی بہاروں کے درمیاں

طوفاں میں اپنا کوئی بھی مانجھی نہیں تو کیا
ہم ناؤ خود چلائیں گے دھاروں کے درمیاں

حق گوئی سے نہ ہم کبھی منھ اپنا موڑیں گے
کیوں جان بھی یہ جائے نہ یاروں کے درمیاں

احمرؔ وہ کیا بتائے گا طوفان کا مزہ
گذری ہو جس کی عمر کناروں کے درمیاں

❁❁❁

✻

دیکھا نہ اس کا عکس بھی بدر و ہلال میں
وہ آب و تاب جو کہ ہے اس کے جمال میں

کب آئے کب گئے مجھے مطلق خبر نہیں
ڈوبا ہوا تھا اتنا میں ان کے خیال میں

میں ذکر وعدہ کرتا تھا وہ بھولتے رہے
گذری تمام رات اسی قیل و قال میں

دل کو مرے خوشی کی تمنا نہیں رہی
ایسا مزہ ملا اسے رنج و ملال میں

ناداں ہیں اپنے اوج پر جو کرتے ہیں غرور
پوشیدہ ہے زوال بھی ہر اک کمال میں

بے درد مجھ سے پوچھے ہے کیا میری آرزو
خود ڈھونڈ لے جواب تو اپنے سوال میں

ہنستوں کو وہ رُلائے تو روتوں کو وہ ہنسائے
یہ خاص اک صفت ہے بتِ بے مثال میں

میرے بیان پر اسے غصّہ جو آ گیا
ظالم کا حسن اور بھی نکھرا جلال میں

لٹ کر بتوں کے ہاتھ یہ احمرؔ کی ہے دعا
یارب کوئی پھنسے نہ حسینوں کے جال میں

❋❋❋

✻

یہ منظر دیکھ کر اس نے سنبھالا تیر چٹکی میں
کہ آتا ہے لئے دل عاشقِ دل گیر چٹکی میں

کلی بھی پھول بن جاتی ہے آ کر دفعتاً اس میں
عطا اللہ نے کی ہے عجب تاثیر چٹکی میں

غم و آلام سے لبریز ہے میں کیا کروں اس کو
یہ دل کو لے کے کہتا ہے بُتِ بے پیر چٹکی میں

اشارے پر انہی کے سارا عالم رقص کرتا ہے
لئے بیٹھے ہیں وہ تسخیر کی اکسیر چٹکی میں

ارادہ گر نہیں رکھتا ہے مجھ کو قید کرنے کا
تو پھر صیّاد نے رکھی ہے کیوں زنجیر چٹکی میں

گرفتارِ بلا قاصد ہوا جب میرا اے احمرؔ
تو صرصر سے گئی ان تک مری تحریر چٹکی میں

✻✻✻

❄

کہاں وہ باہمی رشتہ کہیں کے میزبانوں میں
اخوت کا جو ہے جذبہ حجازی ساربانوں میں

روش میں دونوں یکساں ہیں نہ یہ احسن نہ وہ افضل
نہ ہے پہلی سی نسبت میہمانوں میزبانوں میں

بگڑ جاتی ہے بنتی بات ہی ہر ایک محفل کی
عجب سا جوش دیکھا آج کل کے نوجوانوں میں

نہ جانے کون آیا ہے اچانک بزمِ ہستی میں
خوشی میں عندلیبیں نغمہ زن ہیں گلستانوں میں

بچاری کیوں نہ ہوں شاداں تری دوہری سیاست پر
خوشی کے کیوں نہیں گھنٹے بجیں اصنام خانوں میں

کروں کس سے حدیثِ غم بیاں اے انجمن والو!
رہا دنیا میں باقی اب نہ کوئی مہربانوں میں

وہ اپنوں کو مخالف غیر کو اپنا سمجھتے ہیں
کمی ہے ربطِ باہم کی حرم کے پاسبانوں میں

نہ آیا بادہ نوشی کا سلیقہ آج تک تم کو
اگرچہ کٹ گئی ہے عمر ساری بادہ خواروں میں

بہارِ گل میں بھی ہے اس قدر کھٹکا اسیری کا
کہ مرغانِ چمن دبکے ہوئے ہیں آشیانوں میں

بارئ انساں فرش کیا عرشِ بریں تک ہے
مہہ و اختر تو ہیں تابندہ خالی آسمانوں میں

کبھی جھگڑا نہ ہونے پائے ہند و پاک میں احمرؔ
تمنا ہے مری ملّت رہے دونوں گھرانوں میں

❊❊❊

❄

یہ آتشِ اُلفت کے شعلے جو بھڑکتے ہیں
بن بن کے یہی آنسو آنکھوں سے ٹپکتے ہیں

جو آٹھوں پہر پہلے پڑھتے تھے میرا کلمہ
وہ نام بھی لینے میں اب میرا جھجکتے ہیں

یہ راز نہیں کھلتا ، یہ بھید نہیں ملتا
منزل پہ قدم میرے کیوں آ کے بہکتے ہیں

چن چن کے نشیمن میں رکّھا ہے جنھیں ہم نے
صیّاد کی آنکھوں میں تنکے وہ کھٹکتے ہیں

ہے خون میرے دل کا پانی نہ سمجھ ان کو
آنسو جو تیرے غم میں آنکھوں سے ٹپکتے ہیں

ظاہر نہ کہیں کر دیں یہ راز محبت کا
جو آنسوؤں کے قطرے پلکوں پہ چمکتے ہیں

پیمانہ مجھے دے کر تو دیکھ لے اے ساقی
اُن میں سے نہیں ہوں میں جو پی کے بہکتے ہیں

ہوتی ہیں جواں اُس دم رندوں کی امنگیں بھی
مے خانے میں اے ساقی جب جام کھنکتے ہیں

اے عشق ترے دم سے احمرؔ بھی انہی میں ہے
اُلفت کے گلستاں میں جو پھول مہکتے ہیں

❁❁❁

❋

چھلکتا جام لے کر زیرِ لب وہ مسکراتے ہیں
پرستارانِ مے کو بے پئے بیخود بناتے ہیں

ہزاروں بجلیاں گرتی ہیں میرے خرمنِ دل پر
اُلٹ کر جب نقابِ رُخ سرِ محفل وہ آتے ہیں

نہ پوچھو کیا گذرتی ہے دلِ ناشاد پر اُس دم
شہیدِ ناز کی میت پہ جب آنسو بہاتے ہیں

لگا دیتا ہے مہر خامشی صیاد ہونٹوں پر
چمن والوں کو جب ہم داستانِ غم سناتے ہیں

کہیں افشا نہ ہو رازِ محبت اس لئے ہم دم
نگاہِ شوق سے ہم حالِ دل اپنا سناتے ہیں

اثر اُن پر بھی شاید کچھ کیا ہے جذبِ اُلفت نے
دلِ مجروح پر میرے جو وہ مرہم لگاتے ہیں

قضا بھی ہاتھ ان کا روکتی ہے بڑھ کے مقتل میں
کسی مجبور کی گردن پہ جب خنجر چلاتے ہیں

وہی بھرتے ہیں دامن گوہرِ مقصود سے اپنا
جو ہنس ہنس کر گلا تیرے اشارے پر کٹاتے ہیں

نہیں کھٹکے اگر یہ چار تنکے اُن کی آنکھوں میں
تو پھر کیوں آشیاں اہلِ چمن میرا جلاتے ہیں

غم و آلام سے احمرؔ کلیجہ منھ کو آتا ہے
ہمارے سامنے جب گُن رقیبوں کے وہ گاتے ہیں

❋❋❋

❄

سینچا لہو سے میں نے چمن باغ باں نہیں
پھولوں میں میرے خون کی کیا سرخیاں نہیں

مجھ کو چڑھا کے دار پہ بولے وہ ناز سے
یہ دل لگی سمجھئے ابھی امتحاں نہیں

چہرہ گلاب ، زُلف گھٹا ، صندلی بدن
اُن کی طرح تو کوئی بھی مہہ رو یہاں نہیں

ساقی وہی ، شراب وہی ، مے کدہ وہی
لیکن وہ بزمِ یار میں رنگینیاں نہیں

گل چیں سکون کب ملا فصلِ بہار میں
کیا میرے آشیاں پر گریں بجلیاں نہیں

تُربت پہ آ کے کہہ گئے وہ بے وفا تجھے
مرنے کے بعد بھی ملی غم سے اماں نہیں

لائی ہے کیا پیام بتا اُن کے پاس سے
مجھ سے صبا اب اور کر اٹھکیلیاں نہیں

بستانِ جرم کا ہے ہر اک گُل ہی خندہ زن
یہ باغ وہ ہے جس کو کہ خوفِ خزاں نہیں

اے آتشِ فراق یہ مدِّ نظر رہے
فرقت میں دل جلے مگر اُٹھے دھواں نہیں

وہ عرضِ مدعا پہ تذبذب میں پڑ گئے
اب جان لیوا بن گئی ہے ان کی ہاں نہیں

کس کو سناؤں قصّۂ بربادیٔ حیات
احمر جہاں کوئی ہے مرا رازداں نہیں

❋❋❋

❋

جو شخص راہِ حق سے ذرا بھی ہٹا نہیں
دنیا میں وہ ذلیل کہیں بھی ہوا نہیں

مہندی کا رنگ کھلتا ہے یوں دستِ ناز میں
جیسے کسی کے دل کا لہو ہے حنا نہیں

مشتاقِ دید جتنے تھے سب ہو گئے شہید
مقتل میں تیغِ ناز سے کوئی بچا نہیں

دامانِ شوق سب کا بھرا حسبِ حیثیت
ناکام بزمِ حسن سے کوئی گیا نہیں

دیکھی جو ان کے مضمحل رخسار میں چمک
واللہ مہر و ماہ میں ایسی ضیا نہیں

اللہ رکھتے محفلِ جاناں کے فیض سے
کب گوہرِ مراد سے دامن بھرا نہیں

رسوا کیا ہے طرزِ تغافل نے آپ کو
بندہ نواز اس میں ہماری خطا نہیں

خط پڑھ کے ہو نہ جائیں کہیں وہ بھی کچھ ملول
حالِ فراق اس لئے ان کو لکھا نہیں

احمرؔ کسی سے کیا کریں ہم عرضِ مدعا
ہم کو کلامِ پاک سے کیا کچھ ملا نہیں

❊❊❊

❋

نقاب رُخ سے اُٹھا کر یوں مسکراؤ نہیں
دلِ حزیں پہ مرے بجلیاں گراؤ نہیں

ہٹا کے چہرے سے گھونگھٹ نظر ملاؤ نہیں
نگاہِ ناز سے بسمل مجھے بناؤ نہیں

تمہارے چاہنے والوں کی غیر ہے حالت
جلا جلا کے انہیں خاک میں ملاؤ نہیں

الگ رہو میری تربت کو تم نہ ٹھکراؤ
ابھی ابھی مجھے نیند آئی ہے جگاؤ نہیں

پلا دو ایک ہی ساغر تم اپنے صدقے میں
کسی کو بزم سے محروم یوں اُٹھاؤ نہیں

نشیلی آنکھوں نے سیراب کر دیا مجھ کو
بہک نہ جائیں قدم اور اب پلاؤ نہیں

یہ بلبلوں سے ذرا کہہ دے اے نسیمِ سحر
وہ بہرِ فاتحہ آئے ہیں غل مچاؤ نہیں

یہ جھوٹے وعدے یہ حیلے بہانے روز کے ہیں
میں جانتا ہوں تمھیں جاؤ بھی بناؤ نہیں

کڑی نظر سے نہ دیکھو تم اپنے احمر کو
بگڑ بگڑ کے یوں بل ابروؤں پہ لاؤ نہیں

❊❊❊

❋

کیا کہوں کس سے کہوں کہنے کا کچھ حاصل نہیں
جب سے دیکھا ہے انہیں قابو میں میرا دل نہیں

لطف کیا پینے کا آئے گا بھلا اے میکشو
مے تو ہے موجود لیکن ساقیِ محفل نہیں

تیرے آنے سے وہ کیا محفوظ ہو اے فصلِ گل
جس کو دنیا میں میسر ہی سکونِ دل نہیں

میری گردن پر چھری یہ کہہ کر اس نے پھیر دی
مجرمِ اُلفت کبھی بھی رحم کے قابل نہیں

میں نے کس کس سے نہیں پوچھا پتہ تیرا اے دوست
عمر بھر ڈھونڈا مگر مجھ کو ملی منزل نہیں

حورِ جنت کی تمنا دل میں رکھتے ہیں مگر
شیخ جی کا قول ہے اُلفت کا میں قائل نہیں

جتنا تم چاہو کرو ظلم و ستم مجھ پر مگر
منحرف ہو جائے تم سے ایسا میرا دل نہیں

مجھ کو بھی ساغر ملے اے ساقیِ رنگین ادا
مجھ پہ بھی چشمِ کرم ہو کیا میں اس قابل نہیں

بھولنے والے فقط اتنا بتانا ہے تجھے
تیرا احمرؔ یاد سے تیری کبھی غافل نہیں

❀❀❀

❊

کوچۂ محبوب میں درد آشنا کوئی نہیں
جانتے سب ہیں مگر پہچانتا کوئی نہیں

لن ترانی کرنے والے تو بہت پیدا ہوئے
مثلِ موسیٰ آج تک لیکن ہوا کوئی نہیں

مہروش لاکھوں ہیں دنیا میں مگر تیرے سوا
میرا مقصودِ نظر اے دل رُبا کوئی نہیں

دل کی بربادی کا قصہ چھیڑنا بے سود ہے
کیونکہ اس محفل میں اپنا ہم نوا کوئی نہیں

ہوش مندی سے قدم رکھ کوچۂ دلدار میں
ہر قدم پر راہ زن ہیں رہ نما کوئی نہیں

یہ سبق سیکھا ہے ہم نے ٹھوکریں کھانے کے بعد
اپنے مطلب کی ہے دنیا باوفا کوئی نہیں

غیر پر اُنگلی اٹھانے کو تو بس تیار ہیں
اپنی نادانی کو لیکن سوچتا کوئی نہیں

چار ہوتے ہی نگاہیں خود سے بے گانہ ہوا
یہ شکایت دل سے ہے ان کا گلہ کوئی نہیں

جو بتا دے خالقِ اسبابِ عالم کا پتہ
دیر و کعبہ میں مجھے ایسا ملا کوئی نہیں

درد و غم ، رنج و الم بخشا مجھے سرکار نے
اس جہاں میں بندہ پرور آپ سا کوئی نہیں

اللہ اللہ بادۂ عشقِ حقیقی کا سرور
مے کشی سے آج تک احمرؔ بچا کوئی نہیں

❊❊❊

❋

پردہ وہ اگر چہرۂ روشن سے ہٹا دیں
تو چاند سے رُخسار کی میں لے لوں بلائیں

کافر ہے نظر ان کی تو ہیں شوخ ادائیں
کیوں چاہنے والوں کو نہ دیوانہ بنائیں

ہے چہرۂ پُر نور اگر برق شرربار
زلفیں ہیں ستم گار کی گھنگھور گھٹائیں

حالِ دلِ بے تاب تو لکھ بھیجا ہے ان کو
اب ان کی طبیعت پہ ہے وہ آئیں نہ آئیں

توبہ میں ابھی توڑ دوں اے بادِ بہاری
وہ جام اگر ہاتھ سے خود اپنے پلائیں

اتنا تو اثر جذبۂ اُلفت میں ہو پیدا
مرہم مرے زخموں پہ وہ خود آ کے لگائیں

اس سوچ میں دن رات پڑے رہتے ہیں احمؔر
کس طرح ہم آک بھولنے والے کو بھلائیں

❁❁❁

❋

مصائب میں مجھ کو سہارے ملے ہیں
بڑی مشکلوں سے کنارے ملے ہیں

مرادوں کے موتی سے دامن کو بھر لو
یہ اُن کی طرف سے اشارے ملے ہیں

یقیں جس کا اس کے کرم پر رہا ہے
اسی کو خدا کے سہارے ملے ہیں

انہیں دینِ سوزِ محبت سمجھئے
جو آہوں کو میری شرارے ملے ہیں

جنھیں دیکھنے کو ترستی تھی آنکھیں
تری بزم میں وہ نظارے ملے ہیں

مصیبت میں آئے ہیں وہ یاد جب بھی
دلِ غمزدہ کو سہارے ملے ہیں

گدا ہی نہیں تاجدارِ جہاں بھی
ترے در پہ دامن پسارے ملے ہیں

مری رہبری کے لئے وہ ہیں کافی
نقوشِ قدم جو تمہارے ملے ہیں

تجھی پر نہیں کچھ ہے موقوف ہم دم
سبھی بازئ عشق ہارے ملے ہیں

مجھے زندگانی کے رستے میں احمرؔ
ملے جو بھی ہیں غم کے مارے ملے ہیں

❊❊❊

❄

جنوں والوں کی ہمراہی میں فرزانے بہت سے ہیں
جہاں میں پتھروں کے آئینہ خانے بہت سے ہیں

یہ کیسے کرلوں میں تسلیم اَن جانے بہت سے ہیں
ہجومِ دشمناں میں جانے پہچانے بہت سے ہیں

کہانی ہے الگ سب سے مرے رنج و مصائب کی
یوں کہنے کو زمانے میں تو افسانے بہت سے ہیں

بہک جائے نہ دیوانہ بچارا اصل منزل سے
جنونِ عشق کی راہوں میں ویرانے بہت سے ہیں

رسائی اے دلِ بے تاب ان تک کس طرح ہوگی
درِ جاناں پہ پہرہ دار اَن جانے بہت سے ہیں

بتاؤ اہلِ حق نے ظلم کب ڈھایا ہے غیروں پر
اگر تاریخ کے اوراق گردانے بہت سے ہیں

نہ جانے کتنے اُٹھ جائیں گے ساقی پیاسے محفل سے
صراحی ایک ہے اور خالی پیمانے بہت سے ہیں

بجھانے کے لئے شمعِ فروغِ دینِ احمد کی
ہوا کو ساتھ لے کر آئے پروانے بہت سے ہیں

کہو تو کون اُن میں رام کا سچّا پجاری ہے
زمینِ ہند پر یوں تو صنم خانے بہت سے ہیں

یہی تو دیکھنا ہے کس پہ چشمِ لطف ہوتی ہے
تمہاری انجمن میں یوں تو دیوانے بہت سے ہیں

عبث تم چند بت خانوں پہ اپنے ناز کرتے ہو
ہمارے تو زمانے میں خدا خانے بہت سے ہیں

رُخِ گُل گوں کا دیوانہ کہیں دھوکہ نہ کھا جائے
حریمِ ناز کے پہلو میں کاشانے بہت سے ہیں

مقدر کس کا کس کا جاگتا ہے دیکھیں اے احمرؔ
درِ جاناں پہ یوں تو بیٹھے دیوانے بہت سے ہیں

❋❋❋

❄

سرد ہو کر رہ گئیں خود بجلیاں کل رات کو
پھونکنے آئیں جو میرا آشیاں کل رات کو

پڑ گئی پھیکی فلک پر ماہ انجم کی ضیا
حسن اس انداز سے تھا ضوفشاں کل رات کو

وہ ستم پرور بھی دل اپنا پکڑ کر رہ گیا
جب سنی اس نے ہماری داستاں کل رات کو

گرد ہو کر جو پڑا تھا راستے میں صبح دم
تھا وہی دراصل میرِ کارواں کل رات کو

اک ذرا جس کو بھی دے دی اُس نے آنچل کی ہوا
ہو گیا فوراً وہ اچھا نیم جاں کل رات کو

بھر گیا دامانِ دل اس کا گلِ مقصود سے
ہو گیا جس پر وہ ظالم مہرباں کل رات کو

ایک ہی پیمانے میں دنیا بدل ڈالی مری
ہو گیا یوں مہرباں پیرِ مغاں کل رات کو

کر کے فرمائش وہ احمرؔ سن رہے تھے میرے شعر
تھا غزل گوئی کا میری امتحاں کل رات کو

❁❁❁

❄

ملتے جلتے دیکھ کر بزمِ طرب میں یار کو
کچھ جلن ہونے لگی ہے آج کل اغیار کو

قتل گاہِ ناز میں کشتوں کے پشتے ہوں ابھی
ایک جنبش دے دے گر وہ ابروئے خم دار کو

دو گھڑی کا میہماں ہے تجھ سے ممکن ہو اگر
جلد آ کر دیکھ جا اے حیلہ جو بیمار کو

ہاتھ میں خنجر ہے اُس کے اور تبسم زیرِ لب
کس طرح سمجھے کوئی بے درد کے اَسرار کو

رنگ گورا ، بال لانبے اور آنکھیں سرمگیں
اس پتہ سے ڈھونڈنا قاصد تو میرے یار کو

بجلیاں گرتی ہیں حیرت کی دلِ ناشاد پر
ناصحا جب چھیڑتا ہے عاشقِ بے زار کو

محفلِ رنداں میں آنے کا ترا کیا کام ہے
راہ سے اپنی ائے ناصح چھیڑ مت میخوار کو

کیوں کمی ہونے لگی ہے اب جفا و جور میں
میری مظلومی پہ رحم آیا ہے کیا سرکار کو

کیوں جہاں والے ہمیں کرتے ہیں رسوا بے سبب
واسطہ کیا عشقِ بت سے واعظِ دیں دار کو

ہوتا ہے دنیائے اُلفت میں اندھیرا ہر طرف
گھیرتی ہے زلف جب اس چاند سے رخسار کو

چلتے چلتے رک گیا کیوں گردنِ احمرؔ پہ یہ
رحم اس پر آگیا کیا خنجرِ خونخوار کو

❀❀❀

*

مثالِ قیس میں نے بارہا روندا ہے صحرا کو
مرے جوشِ جنوں کا خوب اندازہ ہے صحرا کو

گلستاں کا پیامی ہوں مجھے جانے دو مت روکو
پیامِ دوستی دائمی دینا ہے صحرا کو

ترقی آ گئی ہے کس قدر بہروپ کے فن میں
گلستاں کی طرح ہم نے سجا دیکھا ہے صحرا کو

اماں دیتا ہے دیوانوں کو دامانِ رفاقت میں
جبھی تو اپنے لطفِ خاص کا دعویٰ ہے صحرا کو

ترے کوچے میں اُس کو یا کسی گلشن میں جانا تھا
نہ جانے کیوں ترا وحشی پلٹ آیا ہے صحرا کو

بگولے ریگ کے اُٹھ کر بلائیں لینے لگتے ہیں
کسی صحرا نشیں پر رحم جب آتا ہے صحرا کو

جڑی بوٹی ، ذخائر تیل کے کیا کچھ نہیں یارو
حقیقت کی کسوٹی پر کبھی جانچا ہے صحرا کو

اُسے دیکھا ہے کانٹوں ہی سے اکثر کھیلتے ہم نے
چمن میں رہ کے بھی وحشی نہیں بھولا ہے صحرا کو

وہ خود الجھا ہوا ہے موج و طوفاں کے جھمیلوں میں
جفائے بحر کا بیکار اندیشہ ہے صحرا کو

اُسے خود ہی اپنی وسعت کا نہیں ہے علم جب کوئی
کہوں کیوں رہنمائی میں بڑا ملکہ ہے صحرا کو

کٹھن کتنی ہے راہِ عشق وہ سمجھے گا کیا احمؔر
فراقِ یار میں جس نے نہیں دیکھا ہے صحرا کو

❊❊❊

❋

دور جاری رہے یونہی نہ ہٹا جام ابھی
ہوش باقی ہے ارے ساقیِ گلفام ابھی

بے وفائی کا تو آیا نہیں الزام ابھی
کیا زمانے نے کیا ہے تجھے بدنام ابھی

طالب دید کریں تابِ نظر کا شکوہ
رُخ سے الٹیں جو نقاب آپ لبِ بام ابھی

جادۂ عشق و محبت میں بڑھائے جا قدم
دور منزل ہے تری اے دلِ ناکام ابھی

پھول کا ذکر ہے کیا صحنِ چمن میں رہ کر
مجھ کو کانٹوں سے بھی لینا ہے بہت کام ابھی

کیا عجب ہے یہی تسکین و سکوں کا باعث
لے کے آیا ہے جو قاصد ترا پیغام ابھی

لے کے آیا ہوں سرِ بزم لٹانے کے لئے
جس کو لینا ہے وہ پہلے دلِ ناکام ابھی

یاد کرتے ہی تو آ پہنچا تری عمر دراز
لب پہ آیا ہی تھا محبوب ترا نام ابھی

ابتدا کی ہی تھی احمرؔ کہ گرا کوہِ احمرؔ
میں نے سوچا ہی نہ تھا عشق کا انجام ابھی

❊❊❊

❋

قصد حرم ہے تیرا اے دل، راہ میں ہے بت خانہ بھی
نیت اپنی رکھنا بس میں ، اس کا ہے کاشانہ بھی

دیر سے خالی دیکھ کے ساغر، ہاتھ میں اک تشنہ لب کے
اتنا برسا ٹوٹ کے بادل ، ڈوب چلا مے خانہ بھی

جنگل جنگل وادی وادی ، جانے کس کو ڈھونڈھے ہیں
دیکھ کے حالت اہلِ جنوں کی ،سوچ میں ہے ویرانہ بھی

پاس مری اُلفت کا رکھ کر ، گھر پر میرے آ جانا
ممنوں ہوں گا دِل سے کروں گا تیرا ادا شکرانہ بھی

کیسے اُس کو کمتر سمجھیں ،خوبی اک ہے یہ بھی اُس میں
غم کی الجھی زلفوں کو ، آتا ہے اُسے سلجھانا بھی

ہلکی پھلکی بھول پہ احمر ہوگئی برہم دنیا ہم سے
کچھ بھی ہمارے کام نہ آیا ، برسوں کا یارانہ بھی

❋❋❋

❋

جلن کیوں کم نہیں ہوتی ہے میرے قلبِ سوزاں کی
کوئی تدبیر اب تو چارہ گر کر راحتِ جاں کی

بتاؤ ہم کو بھی اے اہلِ زنداں کس لئے چپ ہو
یہ کس کے خون سے رنگیں بنی دیوار زنداں کی

منجم لاکھ تدبیریں کرے کچھ بھی نہیں ہوگا
بدلتی ہے دعائے خاص سے تقدیر انساں کی

نہ لہرائی ، نہ تڑپی ، بھول بیٹھی چوکڑی ساری
جھلک دیکھی جو بجلی نے کسی کے روئے تاباں کی

حصارِ معصیت میں زندگی تم نے گذاری ہے
کرو اب فکر کچھ اے دوستو عقبیٰ کے ساماں کی

وہ جتنا ہوتا ہے پیوست اتنا لطف دیتا ہے
کروں جتنی بھی میں تعریف کم ہے تیرِ مژگاں کی

وفا پر آنچ آئی ہوتی رسوائی تمہاری بھی
اڑاتا دھجیاں گر اپنے میں جیب و گریباں کی

خرد والوں کی محفل میں بہت ہیں چارہ گر لیکن
دوا ہے صرف تیرے پاس میرے زخمِ پنہاں کی

نشیمن کی کروں تعمیر نو میں کس طرح احمر
ابھی تک ہے فضا بگڑی ہوئی صحنِ گلستاں کی

❄❄❄

❊

وہ کیا سمجھے بچارا خستگی خانہ خرابوں کی
نہ جس نے سختیاں جھیلی ہوں عُسرت کے عتابوں کی

ہے انساں کو بڑا ہی ناز عمر چند روزہ پر
ہے اُس کی زندگی اتنی کہ ہے جتنی حبابوں کی

عبث کرتا ہے تو پردے کی باتیں ناصحِ ناداں
ضرورت اب کہاں دنیائے نسواں کو حجابوں کی

شرارے میری آہوں کے مرے شعلہ فشاں نالے
پہنچ کر پھونک دیں گے ایٹمی دنیا عذابوں کی

بنامِ عشق اے ساقی پلائے جا ، پلائے جا
نگاہوں میں تری بھرپور مستی ہے شرابوں کی

قدم تھرّا گئے تھے قیصر و کسریٰ کے کل جس سے
نہ جانے کیا ہوئی وہ آج جرأت ہم رکابوں کی

مرے دل کو وہ زخمی کر کے خود مرہم لگاتے ہیں
بڑی حیران کن تعبیر نکلی میرے خوابوں کی

تصدق ہیں مہہ و انجم چمن کا حسن بھی قرباں
رُخ گلگوں کے آگے ماند ہے سرخی گلابوں کی

وہی انسان دنیا میں پہنچتا ہے بلندی پر
صفت پیدا جو کرلیتا ہے اپنے میں عقابوں کی

کوئی انگلی اُٹھا سکتا نہیں اسلام پر احمرؔ
پڑھے جتنی بھی سطریں اپنی فرسودہ کتابوں کی

❁❁❁

❄

آگ اُلفت کی مرے دل میں لگا دے ساقی
شمعِ رخسار کا پروانہ بنا دے ساقی

ایک دو جام سے کیا خاک تسلّی ہوگی
آج تو شیشہ میرے منھ سے لگا دے ساقی

بے پئے ہوش اُڑیں تیرے پرستاروں کے
آج ایسا کوئی اعجاز دکھا دے ساقی

بول میخانۂ ہستی میں ہو بالا اُس کا
تیری چوکھٹ پہ جبیں جو بھی جھکا دے ساقی

رِند تا ساحلِ مقصود ابھی جا پہنچے
ایک ٹھوکر جو سفینے کو لگا دے ساقی

ہوش آ جائے مریضِ غمِ ہجراں کو ابھی
اپنے دامانِ کرم سے جو ہوا دے ساقی

مے گساروں کو اگر دیتا ہے تو جام پہ جام
ان کو پینے کا سلیقہ بھی سکھا دے ساقی

ایک ہی جام سہی ، ہاتھ سے اپنے دے کر
دامِ آلام سے احمرؔ کو چھڑا دے ساقی

❊❊❊

❄

چاند شرما کے بادل میں چھپ جائے گا اور اندھیری ابھی رات ہو جائے گی
آپ کھولیں اگر گیسوئے عنبریں عین گرمی میں برسات ہو جائے گی

بگڑی تقدیر اس کی سنور جائے گی رشک سے اس کو دیکھیں گے اہلِ جہاں
چشمِ لطف و کرم آپ فرمائیں گے قابلِ فخر وہ ذات ہو جائے گی

اُن کی فرقت میں تڑپا شبِ غم جو دل میں نے یہ کہہ کے اس وقت بہلا دیا
اور کچھ دن ٹھہر اے دلِ مضطرب تیری ان سے ملاقات ہو جائے گی

پیش لاکھوں ہیں دل ان کے دربار میں دیکھئے کس کو کرتے ہیں وہ سرخرو
اس کی تقدیر بے شک چمک جائے گی جس کی مقبول سوغات ہو جائے گی

غنچۂ دل مسرت سے کھلنے لگا جب سنائی خبر مجھ کو قاصد نے یہ
خوش ہو پامالِ غم کشورِ حسن میں اب تو منظور ہر بات ہو جائے گی

سوزشِ غم سے چمکنے لگا ہے جگر ضبط کرنے کی اب مجھ میں طاقت نہیں
آنکھوں آنکھوں میں کہہ دوں گا احوالِ دل راہ میں گر ملاقات ہو جائے گی

اس کو چہرے سے پردہ اُٹھانے تو دو پھر کرشمہ محبت کا تم دیکھنا
حسن کے سامنے عشق جھک جائے گا کامیاب اس کی ہر گھات ہو جائے گی

لاکھ دیتا تسلّی مجھے حیلہ گر اس کے وعدوں پہ احمر نہ کرتا یقیں
کیا خبر تھی کہ بازی محبت کی پھر جیت کر بھی مری مات ہو جائے گی

❋❋❋

❋

اِدھر دل میں ہمارے عشق کی الجھن نے کروٹ لی
اُدھر تیور بدل کے اس بتِ پُرفن نے کروٹ لی

گذر گورِ غریباں میں ہوا جس وقت قاتل کا
قدم بوسی کو ہر اک ساکنِ مدفن نے کروٹ لی

مبارک خوگرِ آزاد کو لطفِ ستم رانی
جفا کرنے کی خاطر پھر وفا دشمن نے کروٹ لی

خیالِ یار نے مجھ کو تھپک کر کچھ تسلی دی
شبِ غم جب مرے دل میں کسی الجھن نے کروٹ لی

خطا آنکھوں کی تھی لیکن نشانہ دل ہوا احمؔر
سرِ محفل ادا سے جبکہ تیر افگن نے کروٹ لی

❋❋❋

❋

تجھے تا عمر خوش دیکھوں تمنا تھی یہی اپنی
نچھاور تجھ پہ کر دی اس لئے ساری خوشی اپنی

جو قسمت راہ پہ آئی تو بگڑی بن گئی اپنی
اُٹھایا رُخ سے گھونگھٹ اس نے قسمت جاگ اُٹھی اپنی

غم و آلام سے گھبرا کے آ جاتا ہوں میخانے
یہیں رندوں سے ہو جاتی ہے کچھ دل بستگی اپنی

کلیجہ دیکھ دیوانے کا اپنے اے ستم پیشہ
اشارے پر ترے قربان کر دی زندگی اپنی

نہ تم آتے ہو وعدے پر نہ مجھ کو موت آتی ہے
بڑی بے کیف ہو کر رہ گئی ہے زندگی اپنی

کبھی تو آئے گا وہ بے وفا وعدہ وفا کرنے
اسی اُمید پر یہ عمر ساری کٹ گئی اپنی

محبت کی قسم تجھ کو تو ہی انصاف سے کہہ دے
شکایت کو تری ہم نے زباں کھولی کبھی اپنی

ترا سودا ہے سر میں تیرا جلوہ ہے نگاہوں میں
یہی ہے آرزو اپنی تمنا ہے یہی اپنی

کبھی رکھوں گا میں اپنی جبیں اُس آستانے پر
کبھی تو بندگی ہو کر رہے گی بند گی اپنی

شب وعدہ وہ آیا تو مگر ٹھہرا نہیں احمرؔ
نہ اس نے کچھ کہی اپنی نہ میں نے کچھ کہی اپنی

❀❀❀

❃

زُلفِ پُر پیچ جب رُخ پہ بل کھا گئی
دل کو دامِ محبت میں الجھا گئی

کچھ تو ساقی نے پینے کی تحریک کی
کچھ طبیعت مری آپ للچا گئی

آ گئے جب وہ گیسو بکھیرے ہوئے
ساری محفل پہ جیسے گھٹا چھا گئی

اس کے جانے سے بے کیف تھا گلستاں
اس کے آنے سے تازہ بہار آ گئی

اب کوئی خوبرو مجھ کو جچتا نہیں
ان کی صورت کچھ ایسی مجھے بھا گئی

باغ باں کو ہوا اب خیالِ چمن
جب کلی گلشنِ دل کی مرجھا گئی

زیرِ لب مسکرائے کبھی وہ اگر
خرمنِ دل پر اک برق لہرا گئی

زندگی ہے وہی حاصلِ زندگی
جو کسی کے زمانے میں کام آ گئی

بحرِ اُلفت میں جب ہو گئی تہ نشیں
دُرِّ مقصد مری زندگی پا گئی

حد سے احمرؔ بڑھیں جب بھی کچھ الجھنیں
یاد ان کی مجھے آ کے بہلا گئی

❁❁❁

❋

عشق پر مائل جب انساں کی طبیعت ہو گئی
حسن کو حاصل زمانے بھر میں شہرت ہو گئی

مے کدے پر چھائی کچھ ایسی گھٹا توبہ شکن
نذرِ ساقی زندگی بھر کی ریاضت ہو گئی

اُس بتِ کافر نے جیسے آج بزمِ ناز میں
جس طرف نظریں اُٹھائیں اک قیامت ہو گئی

وائے قسمت موت بھی آئی تو آئی کس گھڑی
رفتہ رفتہ جب انہیں مجھ سے محبت ہو گئی

اس کی قسمت بن گئی اس کا مقدر جاگ اُٹھا
خواب میں حاصل جسے تیری زیارت ہو گئی

رند وہ ہی بے نیازِ جام و مینا ہو گیا
جس کسی پر ساقیا تیری عنایت ہو گئی

جاتے جاتے مے کدے کو لے پلٹ آیا ہوں میں
کار گر اے محتسب تیری نصیحت ہو گئی

سن کے میری داستاں وہ ہنس کے فرمانے لگے
قصۂ غم کیا ہوا گویا حکایت ہو گئی

میری ناکامی کی دنیا سے الگ ہے داستاں
مجھ کو اُن سے اور انہیں غیروں سے اُلفت ہو گئی

آتے جاتے چھیڑتا رہتا ہے مجھ کو راہ میں
اُس ستم پرور کی بھی چنچل طبیعت ہو گئی

یہ ملا بے دادگر سے دل لگانے کا صلہ
خوگرِ آلام احمر کی طبیعت ہو گئی

❊❊❊

❋

مضطرب دل کو تسلّی کے سہارے ملتے
آپ کی چشمِ کرم کے جو اشارے ملتے

ناخدا میرے سفینے کا جو تو بن جائے
بحرِ غم میں مری کشتی کو کنارے ملتے

آپ کے کوچے میں گر ڈھونڈتے دل کے ٹکڑے
ایک کا ذکر ہے کیا سارے کے سارے ملتے

جن کا اب تک نہ چلا سارے زمانے میں پتہ
تیری گلیوں میں وہ گم گشتہ بے چارے ملتے

دور ہوتے شبِ فرقت کے اندھیرے سارے
ہجر کی شام جو سرکار ہمارے ملتے

آتشِ عشق کا ان کو بھی پتہ چل جاتا
نالۂ دل کے جو چلمن سے شرارے ملتے

سیرِ گلشن کو جو آجاتا کبھی جانِ بہار
قابلِ دید گلستاں کے نظارے ملتے

وقت رخصت جو تیری آنکھوں میں آئے آنسو
ان میں شاید مری تقدیر کے تارے ملتے

مشعلِ راہِ طلب ان کو بناتا احمؔر
تیرگی میں جو اُمیدوں کے کنارے ملتے

❄❄❄

✻

وہ مڑ کے بھی ہم کو اگر دیکھ لیتے
تو ہم جذبِ دل کا اثر دیکھ لیتے

تسلّی مری کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتی
اگر وہ مجھے اک نظر دیکھ لیتے

کسی دن ہمارے تڑپنے کا منظر
تڑپ جاتے خود وہ اگر دیکھ لیتے

بھرم ضبطِ گریہ کا باقی نہ رہتا
اگر وہ مری چشمِ تر دیکھ لیتے

جھکا دیتے اپنی جبیں بہر سجدہ
اگر ان کا ہم سنگِ در دیکھ لیتے

بہت فخر کرتے مقدّر پہ اپنے
اگر ان کو ہم اک نظر دیکھ لیتے

وہ کرتے ستم کس نے روکا تھا ان کو
مآلِ ستم بھی مگر دیکھ لیتے

نصیحت ہمیں عشق میں کرنے والے
حسینوں کی ترچھی نظر دیکھ لیتے

پشیماں وہ خود ہوتے اپنے کئے پر
مری پائمالی اگر دیکھ لیتے

اسی آرزو میں کوئی جی رہا ہے
کہ ہم شامِ غم کی سحر دیکھ لیتے

عجب کیا پریشاں وہ ہو جاتے احمؔر
مری بے قراری اگر دیکھ لیتے

❁❁❁

❄

خدایا مجھ پہ تو ہر رحمت و انعام رہنے دے
سرور افزا سحر رہنے دے ، دل کش شام رہنے دے

نہ کام آئیں گی میرے اے منجم تیری تدبیریں
مجھے یوں ہی اسیرِ گردشِ ایام رہنے دے

سنا کے نوحہ اہلِ انجمن کو کر نہ افسردہ
غزل کی شام کو ہم دم غزل کی شام رہنے دے

نہ لے جا قید کر کے تو ابھی گلشن سے اے صیّاد
کرم کر ، اور بھی مجھ کو یہاں اک شام رہنے دے

چلا جائے گا اپنے آپ اُٹھ کر ٹوک مت اُس کو
ترا دیوانہ ہے کچھ دیر زیرِ بام رہنے دے

بہت ممکن ہے ، ساقی نے مجھے یوں آزمایا ہو
مرے حصّے میں جو آیا ہے خالی جام رہنے دے

رہِ الفت میں ہر اک گام پر سجدے لٹائے گا
جنونِ عشق ہے بدنام تو بدنام رہنے دے

لکھا کیا ہوگا خط میں جانتا ہوں میں یہ پہلے سے
ارے قاصد نہ دے اُس کا مجھے پیغام رہنے دے

بلا نوشوں میں شامل میں بھی ہوں کیا تو نہیں واقف
مرے آگے ابھی ساقی سبو و جام رہنے دے

بخوبی علم ہے کتنے ہیں خطرے راہِ اُلفت میں
نہ سمجھا تو مجھے ناصح خیالِ خام رہنے دے

مرا ہوں جس کے غم میں ہے یہی انصاف اے احمؔر
اُسی پردہ نشیں پر مرنے کا الزام رہنے دے

❁❁❁

❊

مضامینِ نو یوں سخنور تراشے
کوئی جوہری جیسے جوہر تراشے

اس اندھیر پر موت بھی چیخ اُٹھی
ستم گار نے اس قدر سر تراشے

بنے مشعلِ راہ وہ داغِ ہجراں
شبِ غم نے جو میرے دل پر تراشے

چنے ہیں انہوں نے وہ دامن پہ اپنے
مری چشم تر نے جو گوہر تراشے

نہ ثانی ہوا کوئی اس خوبرو کا
زمانے نے کتنے ہی پیکر تراشے

چلی ان کے آگے نہ کچھ جام جم کی
جو ان مست آنکھوں نے ساغر تراشے

نہاں خانۂ ذہن میں تھا جو مضموں
وہ افکار نے میرے احمؔر تراشے

***

❄

تمنا اپنی انہیں آخری بتا نہ سکے
خدا ہی جانے دمِ نزع کیوں وہ آ نہ سکے

ہمیشہ آڑے خود ان کا ضمیر آتا رہا
وہ میری راہ میں کانٹے کبھی بچھا نہ سکے

ثبوت دیں گے وہ کیا اپنی بے گناہی کا
لہو کے داغ بھی دامن سے جو مٹا نہ سکے

بنے گا کیا وہ محبت میں رہبرِ منزل
فراقِ یار کے صدمے جو دل اُٹھا نہ سکے

بلا کے بزم میں اپنی جو تو نے ڈھائے تھے
وہ تیرے جور و ستم آج تک بھلا نہ سکے

فضول یوسفِ ثانی کی باتیں کرتے ہیں
کبھی مثال جہاں والے اُن کی لا نہ سکے

ہزار منتیں کیں جوڑے ہاتھ بھی لیکن
کسی طرح بھی ستم گر کو ہم منا نہ سکے

خدا گواہ ہے اہلِ یقیں کی اے احمرؔ
جہان والے کبھی گردنیں جھکا نہ سکے

❁❁❁

❄

سمجھ رکھا تھا کیا دنیا نے ان لوگوں کو کیا نکلے
زمانہ رند کہتا تھا جنھیں وہ پارسا نکلے

ہمیں پر منحصر کیا ہے فلک پر ماہ و انجم بھی
تمنا دید کی لے کر تری جانِ وفا نکلے

یہ اپنی سادہ لوحی تھی کہ دھوکا تھا نگاہوں کا
جنھیں ہم باوفا سمجھے تھے وہ بھی بے وفا نکلے

جو اُن پر جان دیتا ہو جسے ہو عشق کا دعویٰ
کفن بردوش ہو کر ساتھ میرے وہ ذرا نکلے

گھٹا خوش کامیوں کی چھا گئی دنیائے اُلفت پر
رخِ گلگوں پہ جو بکھرائے وہ زلفِ دوتا نکلے

مریضِ عشق اُٹھ بیٹھے اگر وہ جان کا دشمن
مسیحا بن کے اُلفت کا دکھانے معجزا نکلے

بنے عرش معلیٰ پر وہی تقدیر عاشق کی
زباں سے آپ کی الفاظ جو بہرِ دعا نکلے

مقدر اس کو کہتے ہیں تلاطم خیز طوفاں میں
سفینہ اس طرح ڈوبا کہ ہم ساحل پہ جا نکلے

ستاروں نے بھی آنکھیں بند کرلیں شرم کے مارے
نظارہ کرنے تاروں کا جو وہ کوٹھے پہ آ نکلے

ہوا کچھ اور ہی پُرکیف ان کے حسن کا عالم
طلائی ہاتھ میں اپنے جو وہ مل کر حنا نکلے

خزاں میں بھی شبابِ دل رُبا آ جائے کلیوں پر
چمن کی سیر کی احمرؔ جو وہ رنگیں ادا نکلے

❋❋❋

❋

یہ آپ کی محفل میں آنے کا ثمر نکلے
جاں جسم سے جب نکلے تب دردِ جگر نکلے

جھرمٹ میں ستاروں کے گردوں پہ قمر نکلے
موجوں سے اُٹھے طوفاں پتھر سے شرر نکلے

اس عارضِ تاباں سے ہلکی سی ضیاً لے کر
منزل کے تجسس میں ہم اہلِ سفر نکلے

نقشہ ہی بدل دیں گے جاناں تری محفل کا
کوچہ سے ترے ہم سے دیوانے اگر نکلے

یہ ان کی محبت ہے۔۔ یا اوج مقدّر کا
سمجھا تھا جنھیں پتھر وہ لعل و گہر نکلے

بکھری ہوئی زلفوں سے یوں نکلا رُخِ انور
بادل کے دریچے سے جس طرح قمر نکلے

اُلفت کے اثر ہی نے بخشی ہے مجھے شہرت
تا عمر نہ سینے سے اُلفت کا اثر نکلے

ہر گام سنبھالا ہے یادوں نے تری آ کر
گھبرا کے جدائی سے جب بہرِ سفر نکلے

ہمت یہ کہاں مجھ میں جو ان سے یہ میں پوچھوں
کیوں چشمِ غزالی سے اشکوں کے گہر نکلے

بکھرا ہوا اردو کا شیرازہ کیا یکجا
اس دور میں ایسے بھی کچھ اہلِ نظر نکلے

پھر آج نقاب اس نے چہرے سے ہٹائی ہے
کہہ دو کہ گھٹاؤں سے ہرگز نہ قمر نکلے

شمشیر بکف دیکھا مقتل میں جو قاتل کو
چلّا کے قضاء بولی کوئی نہ اِدھر نکلے

پردہ ابھی جل جائے اے جانِ وفا تیرا
گر آہِ دلِ سوزاں مانندِ شرر نکلے

کیا بات کہی میں نے جو آپ ہوئے نادم
کیوں سُرمگیں آنکھوں سے یہ اشکِ گہر نکلے

یادوں نے تیری آ کر خود راہ نمائی کی
ہم ڈھونڈنے کو تیری جب راہِ گذر نکلے

وہ بزمِ طرب احمرؔ یا شیخ کی محفل ہو
اک حشر کرے برپا وہ شوخ جدھر نکلے

❁❁❁

❋

تشنہ لب بزم سے ساقی گئے رنداں کتنے
پی کے سرشار ہوئے بادۂ عرفاں کتنے

آہِ مظلوم میں پوشیدہ ہیں طوفاں کتنے
آنِ واحد میں اُجاڑے ہیں گلستاں کتنے

ہے قدم بوس ہر اک پھول چمن میں اے دوست
ترے آنے سے گل و لالہ ہیں خنداں کتنے

دامنِ ناز نے گرتے ہی جنھیں تھام لیا
اپنی تقدیر پہ وہ اشک ہیں نازاں کتنے

کل جنھیں طاقت و دولت کا نشہ تھا اپنی
آج پھرتے ہیں وہی بے سر و ساماں کتنے

دیکھ کر بزمِ طرب میں تجھے اے شیخِ حرم
خوش نظر آتے ہیں مے خانے میں رنداں کتنے

خود پہ بھی ہم کو بھروسہ نہیں یہ دور وہ ہے
اپنے سائے سے بھی انساں ہیں ہراساں کتنے

کس طرح دل سے بھلائیں انہیں اپنے احمرؔ
جرم صاحب کے ہیں اس بزم پہ احساں کتنے

❊❊❊

❋

کھولا جو راز میرا دلِ رازدار نے
اہلِ جنوں میں نام لکھا غمگسار نے

گل چیں کی کچھ خطا ہے نہ صیّاد کا قصور
گلشن میں آ کے آگ لگا دی بہار نے

بالائے بام آگئے وہ جب بھی بے نقاب
ہوش و حواس کھو دیئے ہر ہوشیار نے

وہ بھی تڑپ گئے دلِ مضطر کی آہ سے
کروٹ جو لی ذرا سی مرے انتظار نے

کرتے رہے وہ مشقِ ستم مجھ غریب پر
شکوہ مگر ذرا نہ کیا دلِ فگار نے

مجبوریوں پہ میری ستم گر بھی رو دیا
جب داستاں سنائی دلِ داغ دار نے

راہِ وفا میں جب کہیں تاریکیاں ملیں
روشن بنا دیا انہیں رخسارِ یار نے

جس کا سرور ہوگا نہ کم تا بہ زندگی
ایسی پلا دی آج مجھے چشمِ یار نے

احمؔر صلاحیت نہیں اُبھری بقدرِ شوق
دیوانہ یوں بنایا غمِ روزگار نے

❋❋❋

❊

اِدھر ڈھونڈتا ہے اُدھر ڈھونڈتا ہے
انہیں آج تک نامہ بر ڈھونڈتا ہے

اُٹھا تھا شبِ غم جو پہلو میں اپنے
اسی درد کو پھر جگر ڈھونڈتا ہے

بڑھا کارواں اپنا اے دل اکیلے
جنوں بھی کہیں ہم سفر ڈھونڈتا ہے

کروں کیوں میں سجدہ کہیں اور جا کر
مرا سر ترا سنگِ در ڈھونڈتا ہے

نہ آتا ہے ملنے تو انکار کر دے
بہانہ کیوں اے حیلہ گر ڈھونڈتا ہے

بھرے گا وہ کیا دُرّ مقصد سے دامن
جو ساحل پہ رہ کر گہر ڈھونڈتا ہے

رہِ عشق میں اپنی ہستی مٹا دے
جو تسکینِ قلب و جگر ڈھونڈتا ہے

جو آتا ہے باغِ محبت میں احمرؔ
وہ اپنی وفا کا ثمر ڈھونڈتا ہے

❁❁❁

❄

مل کے وہ شکِ مسیحا جو جدا ہوتا ہے
درد سینے میں میرے اور سوا ہوتا ہے

ٹھوکریں کھاتا رہوں کیا یونہی اے جانِ وفا
حق محبت کا اسی طرح ادا ہوتا ہے

مژدہٗ عیش گھٹا آئی ہے دینے کے لئے
کس کے ہاتھوں سے مجھے جام عطا ہوتا ہے

دھڑکنیں دل کی مرے اور بھی بڑھ جاتی ہیں
آپ کا خنجرِ ابرو جو کھنچا ہوتا ہے

دل کی دنیا مجھے تاریک نظر آتی ہے
زُلف میں چاند سا مکھڑا جو چھپا ہوتا ہے

ہوش میں طالبِ دیدار کہاں رہتے ہیں
ان کے رخسار سے پردہ جو ہٹا ہوتا ہے

یاد اللہ کی بھی دل میں نہاں رہتی ہے
درِ جاناں پہ مرا سر بھی جھکا ہوتا ہے

کی تو کوشش نہ پھنسوں دامِ بلا میں لیکن
وہی ہوتا ہے جو قسمت میں لکھا ہوتا ہے

کہہ دو خاموش نگاہوں سے فسانہ احمرؔ
حال دل کا کہیں لفظوں سے ادا ہوتا ہے

❊❊❊

❄

سوزِ فرقت سے دل جلانا ہے
دل لگی کا مزہ اُٹھانا ہے

زیرِ خنجر مجھے گلا رکھ کر
چند لمحات مسکرانا ہے

ان سے مل کر دوبارہ محفل میں
دردِ دل اور کیا بڑھانا ہے

کر کے عہدِ وفا ستم گر سے
دوستی عمر بھر نبھانا ہے

بجلیاں لاکھ سر پٹکتی رہیں
آشیانہ ہمیں بنانا ہے

اپنے دامن سے چھان دے ساقی
جامِ اُلفت اگر پلانا ہے

کاش آجائیں وہ گھڑی بھر کو
داستانِ الم سنانا ہے

ان کی نظروں سے جو گرا احمؔر
اس کے جینے کا کیا ٹھکانہ ہے

❀❀❀

❄

کچھ چہرے پہ ہے کچھ ورقِ دل پہ لکھا ہے
جو راہِ محبت میں سبق تم نے دیا ہے

کیوں مجھ پہ وہ مائل بہ کرم پھر سے ہوا ہے
مشکل سے ابھی میں نے گریبان سیا ہے

زنجیر میرے پاؤں میں وہ ڈال کے بولے
یہ انجمنِ ناز میں آنے کا صلہ ہے

شاید کہ یہیں پر ہے میری منزلِ مقصود
رستے میں قدم میرا اچانک جو رُکا ہے

اے ساقیِ محفل ترے فیضان و کرم سے
سرشار ہیں میخوار تو رنگین فضا ہے

ارمانوں کا خوں اس نے کیا دے کے تسلّی
یہ قافلہ منزل کے قریں آ کے لٹا ہے

سینچا ہے شہیدوں نے چمن اپنے لہو سے
تب جا کے کہیں دامنِ گل سرخ ہوا ہے

پھولوں ہی کی صحبت نہیں حاصل ہوئی احمؔر
کانٹوں سے بھی گلشن میں مجھے کام پڑا ہے

❊❊❊

❄

جو واقف ہو نہ اُلفت سے وہ کیا دردِ نہاں سمجھے
ہماری آہِ سوزاں کو وہ اُڑتا سا دھواں سمجھے

ہیں جتنے ہوش سے عاری ہمیں دیوانہ کہتے ہیں
ہماری بات اگر سمجھے تو بس پیرِ مغاں سمجھے

جبینِ شوق اپنی جھک گئی جس جا بھی اے ہم دم
ہم اس در کو محبت میں اسی کا آستاں سمجھے

فلک کو چیر کر پہنچی جو ان کے رُخ کی تابانی
اِرم والے اسے فردوس کی رنگینیاں سمجھے

ملی دونوں جہاں کی سرفرازی ان کو بدلے میں
تمہاری یاد کو جو حاصلِ کون و مکاں سمجھے

بہت مشکل ہے اس دنیا میں ایسا چارہ گر ملنا
حقیقت میں مریضِ غم کا جو دردِ نہاں سمجھے

بھلا کیسے وہ سمجھے گا ہماری داستاں ہم دم
نہ وہ دل کی زباں سمجھے نہ اشکوں کی زباں سمجھے

ہزاروں قافلے لوٹے ہیں جس نے زندگانی میں
اُسی رہزن کو ہم احمرؔ امیرِ کارواں سمجھے

❄❄❄

❄

غیر کے گھر بار ہم آتے رہے جاتے رہے
اور وعدوں سے مرا دل آپ بہلاتے رہے

لے کے دل فرقت میں وہ ہر روز تڑپاتے رہے
عمر بھر اپنے کیے کی ہم سزا پاتے رہے

جس قدر مجھ کو تصوّر میں وہ یاد آتے رہے
اتنا ہی دل پر مرے ظلم و ستم ڈھاتے رہے

کچھ ہوئیں دشواریاں پھر مل گئی منزل انہیں
ولولے عشق و طلب کے جن کو گرماتے رہے

عاشقانِ ناز کو دے دے کے دامن کی ہوا
شعلۂ انگار کو وہ اور بھڑکاتے رہے

آک نہ اک دن وہ پہنچ جائیں گے ساحل پہ ضرور
موجِ طوفاں سے سفینے جن کے ٹکراتے رہے

شوقِ دل کی رہبری میں سوئے منزل جو بڑھے
ہر قدم پر راہ میں وہ ٹھوکریں کھاتے رہے

طالبانِ دید پھیلائے تھے دامانِ نظر
وہ لبِ نازک سے اپنے پھول برساتے رہے

دور ہونے کو نہ آئی زلف قسمت کی شکن
شانہ و تدبیر سے ہم لاکھ سلجھاتے رہے

پردۂ شعر و سخن میں خون سے صیّاد کے
اپنی بربادی کے قصّے لوگ دہراتے رہے

بے رُخی پر اُس ستم ایجاد کی ہم تا حیات
دیدۂ پُرخوں سے احمرؔ خون برساتے رہے

❄❄❄

٭

قاروں کے خزانے پہ بھی اس کو کہاں بس ہے
دراصل یہ انسان بڑا اہلِ ہوس ہے

میں خوفِ اسیری سے نہ چھوڑوں گا چمن کو
اے اہلِ چمن پیشِ نظر گرچہ قفس ہے

ہر سمت ہیں پھیلے ہوئے دلدوز مناظر
سہما ہوا اس شہر میں ہر ایک نفس ہے

اُس قتلِ گہہِ ناز میں دیکھا نہ تھا پہلے
اے دوستو جیسا کہ ہجوم اب کے برس ہے

شاید وہ مری جان بھی اب لے کے رہے گا
آرام و سکوں لے کے بھی اس کو نہیں بس ہے

منزل پہ پہنچنا ہے تو کیوں سوئے ہوئے ہو
اے قافلے والو اُٹھو حرکت میں جرس ہے

ہے وقت کا پہرہ مری پرواز پہ احمرؔ
فی الحال مرے واسطے گلشن بھی قفس ہے

❊❊❊

❄

دن رات جس کا جلوہ ہماری نظر میں ہے
سودا اسی کے عشق کا ہر ایک سر میں ہے

قیدِ قفس سے پہلے تھا پنہاں جو ان میں زور
صیّاد اب وہ بات کہاں بال و پر میں ہے

اک روز ڈھونڈ لے گا میرا ذوقِ جستجو
پا کر رہوں گا اس کو جو میری نظر میں ہے

کچھ مہرباں ہیں آج کل وہ میرے حال پر
شاید کمی اسی لئے دردِ جگر میں ہے

جب سے گیا ہے کوچۂ جاناں کو لے کے خط
میری نگاہِ شوق رہِ نامہ بر میں ہے

اکثر یہ سوچتا ہوں کہ ہوگا وہ حسن کیا
یہ جس کے رُخ کی ضو ذرا سی قمر میں ہے

جس پر نظر پڑی وہی دیوانہ بن گیا
ایسا بھی اک اثر نگہِ فتنہ گر میں ہے

ٹھوکر لگا لگا کے ہیں مردے جلا دیئے
اک خاص یہ کمال میرے چارہ گر میں ہے

اس بے بسی کو شوقِ محبت میں کیا کہوں
ساحل نظر کے سامنے کشتی بھنور میں ہے

آجا کہ دیکھ لے تجھے دیوانۂ جمال
بیٹھا ہوا جو کب سے تری رہ گذر میں ہے

ساقی ذرا سی پی کے جو احمؔر ہے بد حواس
یہ پہلا اتفاق اسے عمر بھر میں ہے

❊❊❊

❋

وہ تیرا مرتبہ سمجھا نہیں ہے
تجھے جس نے ابھی جانا نہیں ہے

محبت کیا ہے وہ سمجھا نہیں ہے
کسی پر جس کا دل آیا نہیں ہے

کرے گا پار کیا دریائے اُلفت
جو طوفانوں سے ٹکرایا نہیں ہے

کریں گے آپ ایفا اپنا وعدہ
مرے دل کو یقیں آیا نہیں ہے

ابھی سے بڑھ رہی ہے دل کی دھڑکن
ابھی وہ سامنے آیا نہیں ہے

قسم کیوں کھاتے ہو عہدِ وفا کی
تمھیں میں نے تو جھٹلایا نہیں ہے

اُڑائے ہوش یوں تیری نظر نے
کبھی دل ہوش میں آیا نہیں ہے

شکایت غیر سے کیا غیریت کی
جو دل اپنا تھا وہ اپنا نہیں ہے

تری اُلفت میں احمرؔ نے ہمیشہ
بہت کھویا ہے کچھ پایا نہیں ہے

❁❁❁

❋

بے وفا مجھ کو سمجھ کر بھی محبت کیوں ہے
اس قدر سوزِ غمِ ہجر میں لذت کیوں ہے

کیا ارادہ ہے نئی چال کوئی چلنے کا
یک بیک آپ کی مجھ پر یہ عنایت کیوں ہے

طعن و تشنیع و ہر اک ظلم و ستم سہہ کر بھی
چشمِ ناچیز میں اتنی تری عزت کیوں ہے

جس کی سازش سے ہوا میں رہِ اُلفت میں تباہ
خود وہی پوچھتا ہے تیری یہ حالت کیوں ہے

جھوٹی قسموں سے کہاں تک ہمیں بہلاؤ گے
سن کے یہ بات تمھیں آج ندامت کیوں ہے

زندگی مال و متاع دے کے نہ قرضہ چکا
اتنی مہنگی بتِ عیّار کی قیمت کیوں ہے

تو جفا پیشہ ہے مکار ہے پھر بھی اے دوست
دیکھنے میں تری معصوم سی صورت کیوں ہے

جب خداوند کے ہاتھوں میں ہے سب کچھ احمؔر
پھر تجھے اتنی مزاروں سے عقیدت کیوں ہے

❁❁❁

❄

بوٹا سا ہے قد تیرا اور رُخ گلِ لالہ ہے
اللہ نے سانچے میں گویا تجھے ڈھالا ہے

تشبیہ دوں میں کس سے اس چاند میں ہالہ ہے
محبوب میرا احمرؔ دنیا سے نرالا ہے

عشقِ بتِ کافر کا غم مول لیا ناحق
مجھ کو دلِ ناداں نے جنجال میں ڈالا ہے

اے ہوش رُبا رُخ سے پردہ نہ اُٹھا اپنے
مشکل سے ابھی میں نے کچھ ہوش سنبھالا ہے

دربار میں لایا ہوں تحفہ دلِ نازک کا
ٹھکراؤ نہ تم اس کو نازوں کا یہ پالا ہے

شرمندہ اگر سورج تو چاند پشیماں ہے
دنیا کے حسینوں سے صورت تیری اعلیٰ ہے

معلوم نہیں کیونکر بسمل وہ بناتے ہیں
ہاتھوں میں کوئی ان کے خنجر ہے نہ بھالا ہے

انصاف کا طالب ہوں انصاف سے بتلانا
گرتے ہوئے کو ساقی کب تم نے سنبھالا ہے

آنکھوں سے نہیں دیکھا پھر بھی ہے طلب تیری
دل بر تری اُلفت کا انداز نرالا ہے

شاید انہیں آیا ہے کچھ میرا خیال احمؔر
شامِ غمِ فرقت میں شامل جو اُجالا ہے

❁❁❁

❋

چمن میں آتشِ گُل کی جھلک معلوم ہوتی ہے
تبسم ریز کلیوں کی چٹک معلوم ہوتی ہے

ورودِ موسمِ گُل کی خبر آئی ہے کیا ساقی
صراحی جام و مینا کی کھنک معلوم ہوتی ہے

رقیبوں کی شکایت پر شکن سی کچھ جو آئی تھی
جبینِ ناز پر وہ آج تک معلوم ہوتی ہے

پہنچ کر بھی سرِ منزل جنھیں منزل نہیں ملتی
حقیقت میری اُن سے مشترک معلوم ہوتی ہے

یقیناً رہ گیا ہے اس میں کوئی تیر کا ٹکڑا
مرے زخمِ جگر میں پھر کسک معلوم ہوتی ہے

چمن میں بے سبب سرخی نہیں ہے دامنِ گل پر
کسی خوں ریز سازش کی جھلک معلوم ہوتی ہے

جسے بجلی سمجھتے ہیں چمن والو وہی مجھ کو
کسی کے روئے زیبا کی چمک معلوم ہوتی ہے

ہزاروں بجلیاں حسرت کی گرتی ہیں عنادل پر
قفس میں آئے جب گُل کی مہک معلوم ہوتی ہے

میں پینا چاہتا ہوں تو مگر ساقی نجانے کیوں
لبوں تک جام آتے ہی جھجک معلوم ہوتی ہے

لگا لیتا ہوں سینے سے رہِ اُلفت کا ہر کانٹا
مرے دل کو بھلی اُس کی کھٹک معلوم ہوتی ہے

تبسم رقص کرتا ہے لبِ نازک پہ جب احمؔر
قیامت اور اک زیرِ فلک معلوم ہوتی ہے

❋❋❋

❄

تمہاری یاد جب بھی آ گئی ہے
دلِ بے تاب کو تڑپا گئی ہے

انہیں خنجر بکف مقتل میں آتے
اجل بھی دیکھ کر گھبرا گئی ہے

میں رستے کو سمجھ بیٹھا ہوں منزل
نگاہِ شوق دھوکا کھا گئی ہے

ہمارے چاکِ داماں کی بدولت
ہنسی غنچوں کے لب پر آ گئی ہے

اُٹھا ساغر چلے اب دور ساقی
فضاؤں پر بھی مستی چھا گئی ہے

تری ترچھی نظر اے جانِ عالم
قیامت دل پہ میرے ڈھا گئی ہے

ملاتی کیوں نہیں مجھ سے نظر یہ
تری تصویر کیا شرما گئی ہے

فسردہ گل ہیں اور پامال سبزہ
پلٹ کر پھر خزاں کیا آ گئی ہے

نہیں آتا تمہیں کیوں چین احمؔر
نظر کس شوخ سے ٹکرا گئی ہے

❁❁❁

❄

رنگینیِ آزارِ جفا ہم سے ہوئی ہے
رونق تری محفل کی سِوا ہم سے ہوئی ہے

کہتا ہے یہی شوق میں ہر غنچہ چٹک کر
رنگین گلستاں کی فضا ہم سے ہوئی ہے

تصویر تری کھینچ کے رکھ لی ہے جو دل میں
ہوگی نہ جدا وہ نہ جدا ہم سے ہوئی ہے

لاکھوں تھے تیری انجمنِ ناز میں لیکن
ہر ظلم کے بدلے میں وفا ہم سے ہوئی ہے

ساقی کا یہ کہنا ہے کہ ہُشیار ہے وہ رند
جس کو کہ مئے شوق عطا ہم سے ہوئی ہے

غیروں کو بھی دعوٰی ہے ترے عشق کا لیکن
مشہور زمانے میں وفا ہم سے ہوئی ہے

اُلفت نے تیری بڑھ کے وہیں روک دیا ہے
ٹکرانے کو جب موجِ بلا ہم سے ہوئی ہے

ہے دیکھ کے جس کو بتِ کافر بھی پشیماں
وہ رسمِ محبت کی ادا ہم سے ہوئی ہے

پابندِ قفس جو گیا صیّاد نے ہم کو
وہ کون سی کیا جانے خطا ہم سے ہوئی ہے

احمؔر کو نہ ٹھہرائے کوئی مجرمِ اُلفت
اُس بت کا ہے یہ قول خطا ہم سے ہوئی ہے

❁❁❁

❄

اس طرح نام طاعت میں کر جایئے
آنکھ چوکھٹ پہ سر رکھ کے مر جایئے

منزلِ عاشقاں ان کا ہے نقشِ پا
وہ جہاں دیکھ پائیں ٹھہر جایئے

آنچ دامن پہ ان کے نہ آئے کہیں
سوئے صحرا سمجھ بوجھ کر جایئے

ہم مئے حق کے پیاسے ہیں پیرِ مغاں
جامِ عرفاں سے سیراب کر جایئے

دے گا دل سے دعا آپ کو یہ گدا
دُرِّ مقصد سے دامن کو بھر جایئے

سیکھنا ہے اگر آپ کو کچھ ادب
بے ادب بزم میں خاص کر جایئے

کچھ دوا دیں نہ دیں یہ خوشی آپ کی
حالِ بیمارِ غم دیکھ کر جایئے

عمر یوں کاٹنے سے ہے کیا فائدہ
زندگی میں کوئی کام کر جایئے

آپ کے جاتے ہی جان بھی جائے گی
اپنے احمرؔ سے مت روٹھ کر جایئے

❁❁❁

❋

مجھ کو شرابِ دید کا ساغر پلایئے
اپنی نشیلی آنکھ سے بے خود بنایئے

چھپ چھپ کے یوں نہ غیر کے گھر آپ جایئے
کانٹے نہ میری راہِ وفا میں بچھایئے

پردہ حریمِ ناز سے جب بھی اُٹھایئے
میرے ہی دل کے طور پہ بجلی گرایئے

محبوب ذکرِ غیر اگر ہے تو کیجیے
برقِ ستم نہ دل پہ ہمارے گرایئے

چکمے نہ دیں مجھے نہ یوں باتیں بنائیں آپ
بس بس حضور دیکھ لیا آپ جایئے

ہو جائے غیر کو نہ خبر التفات کی
تربت پہ میری آپ دبے پاؤں آیئے

منظور ہے جو رونقِ بزمِ طرب حضور
دل اپنے عاشقوں کا یہاں پر جلایئے

محفل میں آپ سلسلہ باتوں کا چھیڑ کر
خوابیدہ حسرتوں کو نہ میری جگایئے

کس طرح دل کی بات میں لاؤں زبان پر
اظہارِ عشق کی کوئی صورت بتایئے

وہ کہہ رہے ہیں ناز ہے جس داستان پر
احمرؔ وہ داستانِ محبت سنایئے

❁❁❁

❄

جفا پر اپنی نادم بے رُخی پر شرمسار آئے
منانے کے لئے مجھ کو مرے گھر بار بار آئے

کلی میں حسن ، گل پر رنگ پتوں پر نکھار آئے
چمن میں وہ اگر آئے نئے سر سے بہار آئے

سبو چھلکے ، چلے ساغر ارے ساقی جے محفل
گھٹا جب گھِر کے آئی مے کدے میں بادہ خوار آئے

دلِ برباد کی حالت سمجھ کر بھی جو نہ سمجھے
بھلا اس بھولے بھالے پر مجھے کیوں کر نہ پیار آئے

چمکتی دیکھ کر شمشیر برّاں دستِ قاتل میں
وفا کے نام پر گردن کٹانے جاں نثار آئے

مری شمعِ وفا روشن رہے گی رہتی دنیا تک
غمِ آلام کی آندھی اگرچہ لاکھ بار آئے

محبت میں مٹے جاتے ہیں جس کے واسطے احمؔر
نظر سے دور جب وہ ہو تو پھر کیوں کر قرار آئے

❊❊❊

❄

دیکھ کر بربادیاں اہلِ جہاں تھرّا گئے
آہِ سوزاں سے مری کون و مکاں تھرّا گئے

جان لینے کا ارادہ ہے تو جلدی کیجیے
رکھ کے گردن پر چھری کیوں مہرباں تھرّا گئے

میں گیا جب سوئے مقتل سر ہتھیلی پر لئے
عزمِ محکم دیکھ کر تیغِ سناں تھرّا گئے

آپ نے وعدہ کیا تھا ساتھ دوں گا عمر بھر
آج وقتِ امتحاں کیوں مہرباں تھرّا گئے

روک لے اب ہاتھ ساقی تاب پینے کی نہیں
اس تری دریا دِلی پر مے کشاں تھرّا گئے

باندھ ڈالے سینکڑوں میں نے نشیمن باغ میں
اس دلیری پر رقیبِ آشیاں تھرّا گئے

موت بھی آتی نہیں اچھے بھی یہ ہوتے نہیں
اس مسیحائی سے تیری نیم جاں تھرّا گئے

ظلم بے جا چل سکا ہے کب کسی کا آج تک
جب اٹھی آوازِ حق تو حکمراں تھرّا گئے

کون سی وہ بات ذکرِ غم میں تھی احمرؔ کہ یوں
سن کے میری بات جو پیر و جواں تھرّا گئے

❁❁❁

❄

اشکِ غم گرتے ہی ان کے زیبِ داماں ہو گئے
دیدۂ گریاں ہمارے ابرِ نیساں ہو گئے

کیا وہ کرتے چارہ سازی کیا میں کہتا حالِ غم
دیکھ کر بیمار کو وہ خود پریشاں ہو گئے

جس کا چاہا اک نظر میں کر دیا زخمی جگر
کس قدر بے باک ان کے تیرِ مژگاں ہو گئے

اب ہمیں تنہا نہیں ہیں مبتلائے حسنِ یار
شیخ صاحب بھی اسیرِ زُلفِ جاناں ہو گئے

جو بھی شئے گلشن میں ہے بے نظم و بے ترتیب ہے
کتنے بے پرواہ گلشن کے نگہباں ہو گئے

چار تنکے رکھتے ہی آگ آشیاں میں لگ گئی
بجلیوں کی نذر میرے سارے ارماں ہو گئے

مسکرا کر وہ ملے شکوے گلے جاتے رہے
دیکھ کر خوش ان کو احمرؔ ہم بھی شاداں ہو گئے

❊❊❊

❃

وقت نے ترسا دیا ہے دانے کے لئے
کتنا عبرت ناک عالم ہے زمانے کے لئے

ڈھونڈے جاتے ہیں بہانے ظلم ڈھانے کے لئے
ہیں سبھی جور و ستم ہم کو مٹانے کے لئے

اُن کے آنے کی ملی ہے ہم کو جب سے اطلاع
ہم کھڑے ہیں راہ میں آنکھیں بچھانے کے لئے

اے دلِ مضطر ابھی ملنے کی ضد اُن سے نہ کر
پہلے کر ہموار راہیں آنے جانے کے لئے

سب سے پہلے ان کو بے رحمی سے پھونکا برق نے
چن کے جو لایا تھا تنکے آشیانے کے لئے

قصرِ توقیرِ وطن کچھ ساعتوں میں ڈھا گئے
آئے تھے جو بابری مسجد گرانے کے لئے

منصفِ دوراں ذرا تو ہی بتا انصاف سے
کیا خدا دیتا ہے طاقت ظلم ڈھانے کے لئے

ہو رہی ہیں مدتوں سے سازشوں پر سازشیں
سر زمینِ ہند سے ہم کو مٹانے کے لئے

زخمِ دل ہو جائے اچھا دائمی تسکیں ملے
اے مسیحا ایسا مرہم دے لگانے کے لئے

اہلِ دل سن کر تڑپ اُٹھیں جسے اے ہم نشیں
ڈھونڈھ کر مضمون ایسا لا فسانے کے لئے

غیر کیا یاروں کے ہاتھوں میں بھی دیکھیں مشعلیں
گھر سے ہم باہر جو نکلے پانی لانے کے لئے

ہند میں رہنا ہے گر اصلاح اپنی خود کریں
ہے پیام احمؔر کا یہ مسلم گھرانے کے لئے

❊❊❊

❋

کیفیتِ جمال کا منظر نہ پوچھئے
کتنا حسین ہے مرا دل بر نہ پوچھئے

زلفیں بکھیرے سامنے جب آئے وہ مرے
برپا تھا دل پہ کیا مرے محشر نہ پوچھئے

کر کے اسیرِ دام بلا مجھ غریب کو
چرکے دیئے ہیں اس نے جو دل پر نہ پوچھئے

جس نے ملائی آنکھ وہ مدہوش ہو گیا
مستی بھری نگاہِ ستم گر نہ پوچھئے

بسمل تڑپ رہے کہیں پشتوں کے ڈھیر تھے
کچھ قتل گاہِ ناز کا منظر نہ پوچھئے

کتنا گرا دیا ہے ہمیں چشمِ ناز نے
بگڑا ہے کیوں ہمارا مقدر نہ پوچھئے

بے فائدہ نہ چھیڑیے احمر غریب کو
صدمے گذر گئے ہیں جو دل پر نہ پوچھئے

❋❋❋

❋

ہوں کون سی ادا کا میں گھائل نہ پوچھئے
وارفتہ کیوں ہوا ہے میرا دل نہ پوچھئے

کیوں پی رہے ہیں پینے کا حاصل نہ پوچھئے
رندوں سے شیخ مے کے مسائل نہ پوچھئے

دن رات میں تڑپتا ہوں کس کی تلاش میں
کس نے بنا دیا مجھے بسمل نہ پوچھئے

کیوں آنکھ چار ہوتے ہی آنسو نکل پڑے
کیوں اشک اس خوشی میں ہیں شامل نہ پوچھئے

میں بھی تڑپتا رہتا ہوں وہ بھی ہیں بے قرار
بسمل ہے کون کون ہے قاتل نہ پوچھئے

یہ پوچھئے کہ موجوں سے کب تک لڑو گے تم
کشتی سے کتنی دور ہے ساحل نہ پوچھئے

کس کے سہارے راہِ طلب کر رہا ہوں طے
ہے کون میرا رہبرِ منزل نہ پوچھئے

❋❋❋

قصائدِ ماہِ صیام

ماہِ رمضاں

پُر فضا اور یہ موسم سہانا
ماہِ رمضاں کا ہے یہ زمانہ

یہ منادی خدا دے رہا ہے
رحمتِ حق کا لوٹو خزانہ

جھوم اُٹھا سن کے دل صائموں کا
تم نے ایسا لکھا ہے ترانہ

قید ابلیس ہوتا ہے جس میں
مومنو ہے یہی وہ زمانہ

روزہ رکھنے سے منہ جس نے موڑا
اُس کا دوزخ میں ہوگا ٹھکانہ

بحرِ عصیاں کے طوفاں میں یا رب
غرق ہونے سے مجھ کو بچانا

ہے یہی شغل احمرؔ ہمارا
روز قرآں کا سننا سنانا

❁❁❁

الوداعِ ماہ رمضاں

رخصتِ ماہِ مبیں سے دل پریشاں ہو گیا
ہر مسلماں رنج و غم سے چاکِ داماں ہو گیا

دفعتاً مہمان کے جانے کا ساماں ہو گیا
دو ہی دن میں خانۂ اُمید ویراں ہو گیا

بجلیاں غم کی گریں دل پر ہمارے ٹوٹ کر
جس گھڑی ہم سے جدا وہ ماہِ ذیشاں ہو گیا

اشکِ غم آنکھوں سے نکلا جو ابھی یادِ صوم میں
عاصیوں کی بس وہی بخشش کا ساماں ہو گیا

جب کسی سے سن لیا جانے کا تیرے تذکرہ
آنکھ بھر آئی دلِ مجبور گریاں ہو گیا

فرقتِ ماہِ کرم نے دل کے ٹکڑے کر دیئے
الوداعِ ماہِ ذی شاں حشر ساماں ہو گیا

وہ مہہِ دیں مرتبت جب چھوڑ کر ہم کو چلا
تیر ایک دل پر لگا اور خونِ ارماں ہو گیا

فرقتِ ماہِ مبارک نے دکھایا یہ اثر
ہر کلی مرجھا گئی ، ویراں گلستاں ہو گیا

کیا کروں احمرؔ فراقِ صوم کی حالت بیاں
جس نے میرا حال دیکھا وہ پریشاں ہو گیا

❁❁❁

ماہِ رمضان کی آمد

مومنو مسرور ہو ماہِ صیام آ ہی گیا
امتحانِ زہد و تقویٰ کا پیام آ ہی گیا

اہلِ جنت موجِ کوثر دیکھ کر خوش تھے مگر
روزہ داروں کے مقدر میں بھی جام آ ہی گیا

سبز گنبد دیکھ کر دیوانے یوں کہنے لگے
خُلد کہتے ہیں جسے لو وہ مقام آ ہی گیا

سن لیا ساقی سے جب ماہِ مُبیں کا تذکرہ
سوئے میخانہ شہہِ دیں کا غلام آ ہی گیا

جس کا اک مدت سے مومن کر رہے تھے انتظار
وہ مہینہ لے کے رحمت کا پیام آ ہی گیا

مضطرب ہونے لگے گرمی سے جب اہلِ صیام
رفتہ رفتہ آبِ رحمت کا غمام آ ہی گیا

روزہ داروں کی جو اس نے دیکھ لی حالت نڈھال
بحرِ رحمت جوش میں بااہتمام آ ہی گیا

آگئی ساقی کی احمرؔ میری خاموشی پسند
میرے ہونٹوں تک بھی رفتہ رفتہ جام آ ہی گیا

❁❁❁

آمدِ ماہِ رمضاں

صاحبِ ایماں کو تھا مدت سے جس کا انتظار
وہ مہینہ آگیا ہے لے کے رحمت کی بہار

روزہ داروں کو ملے گا حشر میں کوثر کا جام
یہ ضمانت دے چکے ہیں دو جہاں کے تاج دار

نعمتِ حق بانٹ لو جنت میں جا کر صائمو
ہے ازل سے ہی تمہارا منتظر دارلقرار

چار دن کی زندگی میں کر لو کچھ یادِ خدا
ایسا موقع مومنو آتا نہیں ہے بار بار

اپنے بندوں کو نوازے گا خدا اس ماہ میں
صائموں کی منتظر ہے رحمتِ پروردگار

جس نے بھی اس ماہ میں فرمائی رحلت دہر سے
ہوگی اس پر تازگی گلزارِ جنت کی، بہار

لوٹ لو اس ماہ میں تم نیکیاں اے مومنو
سب مہینوں سے ہے یہ ماہ مبارک ذی وقار

اپنے اعمالِ حسن کی داد لینے کے لئے
پیشِ خالق جا رہے ہیں حشر کے دن روزہ دار

صائموں کی تشنگی پر جب نظر احمرؔ پڑی
جوش میں دریائے رحمت آ گیا بے اختیار

❁❁❁

آمدِ ماہِ رمضاں

غُل ہوا سارے جہاں میں آگیا ماہِ صیام
خوش ہوئے یہ مژدۂ جاں بخش سن کر خاص و عام

رحمتِ خالق بڑھے گی پیشوائی کے لئے
صائمو! تم کو ملے گا خُلد میں اعلیٰ مقام

لے کے حق سے آئے ہیں تحفے میں جو صوم وصلوٰت
تم پڑھو صلِ علیٰ اے مومنو ان پر مُدام

حوضِ کوثر پر جو پہنچا روزہ داروں کا ہجوم
روزِ محشر آ گیا گردش میں خود کوثر کا جام

ہر کلی کیوں ہے تبسم ریز باغِ دہر کی
آئی ہے بادِ صبا کیا لے کے رحمت کا پیام

جب انہوں نے سر جھکایا اپنے مالک کے حضور
صائموں پر حق نے کر دی آتشِ دوزخ حرام

ماہِ رمضاں کی فضیلت کیا کروں احمرؔ بیاں
قدر فرماتے تھے خود اس ماہ کی خیرالانام

❁❁❁

الوداع ماہِ رمضاں

آج ہے اُس کی رخصت کا ساماں
ساتھ لایا تھا جو اپنے قرآں
کیوں نہ اہلِ عقیدت ہوں بے کل ہر طرف چھا گئے غم کے بادل
تیرے جانے سے اے ماہِ غفراں

صائموں کی ہوئی آنکھ پُر نم تیری فرقت میں اے ماہِ اکرم
چپہ چپہ ہے محشر بداماں

جامِ اُلفت سے سرشار کر کے سارے عالم کو بے دار کر کے
چھپ گیا کس لئے ماہِ ذی شاں

ماہِ اکرم جدا ہو رہا ہے رحلتِ رخصتِ مرتضیٰ ہے
صبر کیوں کر کریں اہلِ ایماں

کام کیا دیں گے جھوٹے سہارے لاکھ کوشش کریں غم کے مارے
رکنے والا نہیں ہے یہ طوفاں

داد گر بھی تو کوئی نہیں ہے چارہ گر بھی تو کوئی نہیں ہے
ہم دکھائیں کسے زخمِ پنہاں

کوئی مہمان سے اتنا کہہ دے ہو مناسب تو کچھ روز ٹھہرے
تجھ کو رُخصت کریں گے مسلماں

اب نہیں ہے وہ جوشِ تلاوت اب نہیں ہے وہ شوقِ عبادت
مسجدوں کی فضائیں ہیں ویراں

حمد کرتے رہیں گے خدا کی زندگی نے جو احمرؔ وفا کی
ماہِ دیں سے ملیں گے مسلماں

❋❋❋

آمدِ ماہ رمضاں

پھر آیا ہے ماہِ صیام اللہ اللہ
ہیں دلچسپ کیا صبح و شام اللہ اللہ

نمازی ہیں مسرور آباد مسجد
یہ رمضاں کا ہے اہتمام اللہ اللہ

یہ ماہِ کرم ایسا ذی مرتبت ہے
نبیؐ کرتے تھے احترام اللہ اللہ

ملک روزہ داروں کی کرتے ہیں مدحت
یہ عزت ، یہ ان کا مقام اللہ اللہ

جسے موت اس ماہِ اکرم میں آئی
ملا اس کو کوثر کا جام اللہ اللہ

تیرے فیضِ بے حد سے اے ماہِ اکرم
نہیں ہے کوئی تشنہ کام اللہ اللہ

تیری آمد آمد سے اے ماہِ ذی شاں
محمدؐ کے خوش ہیں غلام اللہ اللہ

یہ ماہِ مبارک کی برکت ہے احمؔر
جو ہر لب پہ ہے صبح و شام اللہ اللہ

❁❁❁

وداعِ ماہِ صوم

روانی دید کے قابل ہے میری چشمِ گریاں کی
خبر جب سے سنی ہے الوداعِ ماہِ رمضاں کی

مہہِ اکرم میسّر ہو نہ ہو پھر سالِ آئندہ
اسی خاطر ہے صورت غمزدہ ہر اہلِ ایماں کی

مبارک ماہ کی فرقت میں جس نے اشک برسائے
لگے گی پار کشتی روزِ محشر اُس مسلماں کی

فراقِ صوم میں آنسو بہا کر صائمو ہر دم
کرو تم سال بھر تک یاد تازہ اپنے مہماں کی

گریں رنج و الم کی بجلیاں ہر ایک صائم پر
سواری بزمِ عالم سے گئی جب ماہِ تاباں کی

کرو مہمان کی خدمت ابھی موقع ہے کچھ دن کا
محبت ہے دلوں میں صائمو گر صوم یزداں کی

کلام رخصت ماہِ مبیں ایسا لکھا ہم نے
کہ سنتے خلد سے آئی جماعت حور و غلماں کی

گریباں پھاڑ کر اے ماہِ رمضاں تیری فرقت میں
ہر اک جانب جماعت رو رہی ہے اہلِ ایماں کی

مہہِ دیں مرتبت کے سوگ میں آنسو بہاتی ہیں
لباسِ ماتمی پہنے ہوئے کلیاں گلستاں کی

قصیدہ تیری فرقت کا سنا جس نے مہہِ غفراں
سرِ محفل اُڑائیں دھجیاں اس نے گریباں کی

ہلالِ عید بن کر چھا گئی وہ ہر طرف احمر
فلک پر جب کرن پہنچی ہے میرے داغِ ہجراں کی

❋❋❋

قصیدۂ رمضان

تمنا جس کی تھی ہم کو وہ عالیشان آیا ہے
مہہِ پُر نور بن کر خلق میں مہمان آیا ہے

بتاؤں کیا فضائل صائمو اس ماہ کے تم کو
قسم اللہ کی اس ماہ میں قرآن آیا ہے

گئی بامِ فلک پر صائموں کے منہ کی جب خوشبو
لبوں کو چومنے جنّت سے ہر غلمان آیا ہے

مؤذن کی اذاں جیسے سنی شوقِ عبادت میں
خوشی سے جھومتا مسجد میں اہلِ ایمان آیا ہے

پڑھو شب کو نوافل دن کو اہلِ صوم بن جاؤ
تمہارے واسطے بخشش کا یہ سامان آیا ہے

خزانہ لوٹ لو اس ماہ میں خالق کی رحمت کا
ندا دیتا ہوا یہ مومنو رمضان آیا ہے

کرم جس پر ہوا اے صائمو ماہِ مکرّم کا
اسے مژدہ سنانے خُلد سے رضوان آیا ہے

زمانے بھر میں بارش نور کی ہوتی ہے جو احمؔر
مہِ ذی مرتبت لے کر خدا کی شان آیا ہے

❁❁❁

نوحے

❊

رنج کچھ اور زیادہ دلِ سرور پہ ہوا
حملہ بے دینوں کا جب خیمۂ اطہر پہ ہوا

گود میں اصغرِ مہہ رو کو لگا تیرِ ستم
یہ بھی ایک طرفہ ستم سبطِ پیمبر پہ ہوا

غم سے خامے کا جگر شق ہے وہ کیونکر لکھتے
ظلم جو کچھ پسرِ ساقیِ کوثر پہ ہوا

لائے ہم شکل پیمبر کو جو میداں سے حسین
حشر خیمے میں بپا لاشۂ اکبر پہ ہوا

الاماں کی ہوئی ہر سمت سے آواز بلند
وار شبیر کا جب فوجِ ستم گر پہ ہوا

آن واحد میں کیا کام ہزاروں کا تمام
زرغہ کربل میں جو عباسِ دلاور پہ ہوا

کیا کروں عرض کہ کہنے سے زباں ہے قاصر
ظلم میدان میں جو شاہ کے دل بر پہ ہوا

دُرِّ مقصود سے پُر ہو گیا دامانِ مراد
چشمِ خوں بار کا احسان جو احمؔر پہ ہوا

❋❋❋

❄

نالۂ غم کیا شبنم نے جو گریاں ہو کر
گل نے بھی ساتھ دیا چاکِ گریباں ہو کر

مالکِ کوثر و کونین تھے شبّر لیکن
قتل غربت میں ہوئے بے سر و ساماں ہو کر

مل نہیں سکتی کہیں آلِ پیمبر کی مثال
تیغ پر رکھ دیا سر وارثِ قرآں ہو کر

لاش بھائی کی ہے میدان میں بے غسل و کفن
یہ کہا زینبِ دلگیر نے گریاں ہو کر

پنجتن میں ہی جو باقی تھا ہدایت کا چراغ
کوفیو کر دیا گل تم نے مسلماں ہو کر

روندتا لاشوں کو ہے گھوڑوں سے اب شمرِ لعیں
کہتی تھیں حضرتِ زینب یہ پریشاں ہو کر

دیکھ کر لاشۂ اکبر کو یہ بانو بولیں
رہ گیا چاند مرا خاک میں پنہاں ہو کر

زیرِ خنجر بھی نہ دامانِ شریعت چھوٹے
یہ دیا سب کو سبق شاہ نے قرباں ہو کر

خیمۂ سرورِ دیں جس نے بھی لوٹا احمؔر
حشر میں آئے گا وہ پیروئے شیطاں ہو کر

❁❁❁

❋

سر میداں قیامت تھی بپا باطل کے لشکر میں
وہ آب و تاب اور وہ کاٹ تھی شمشیر اکبرؑ میں

لرز اُٹھی زمیں ، رویا فلک ماتم تھا ہر گھر میں
ستم کا تیر جب آ کر لگا حلقوم اصغرؑ میں

خدا کے سامنے جب ہوگی صبر و ظلم کی پیشی
لہو شبیرؑ کا سب کچھ کہے گا خود ہی محشر میں

ہوئے حق دار جنت کے فدا شبیر پر ہو کر
سعادت یہ لکھی تھی حضرت حُرؑ کے مقدر میں

نہ کھایا رحم قاتل نے ذرا مسلمؑ کے بچوں پر
سمایا تھا وہ سودا مال کا مغرور کے سر میں

لئے شمشیر جب ابن علیؑ میدان میں آئے
اُٹھا شورِ قیامت ہر طرف اعدا کے لشکر میں

لگا دیتا ہے کوئی جام کوثر جیسے ہونٹوں سے
مزہ ملتا ہے میرے دل کو ایسا ذکرِ سرور میں

زمانے میں کوئی اس کو جھکا سکتا نہیں احمؔر
حسینؑ ابنِ علیؑ کے عشق کا سودا ہو جس سر میں

❄❄❄

❄

پردیس نہ اے سبطِ نبی جاؤ وطن سے
رو رو کے یہی کہتے تھے سب شاہِ زمن سے

ہر سمت نظر آنے لگا حشر کا منظر
قاتل نے جدا سر جو کیا شاہ کے تن سے

نرغے میں ستم گاروں کے جب بھائی کو دیکھا
زینب کا کلیجہ ہوا شق رنج و محن سے

ایک وار میں شمشیر کے وہ ہو گیا ٹکڑے
لڑنے کے لئے آیا ہے جو فرزندِ حسن سے

رنگ اس کا رہے گا تا روزِ قیامت
کربل میں بہار آئی ہے زُہرا کے چمن سے

میداں میں جفا کاروں نے حد کردی ستم کی
باندھے گئے بیمار کے بھی ہاتھ رسن سے

اصغر سا جو معصوم فدا ہو گیا حق پر
رونے کی صدا آنے لگی چرخِ کہن سے

شبّیر جگر تھامے جو تنہا چلے رن کو
زینب نے کہا بھائی جدا ہو نہ بہن سے

عبّاس بھی پیاسے تھے گئے نہر پہ احمرؔ
پانی کو لگایا نہ مگر اپنے دہن سے

❊❊❊

❄

جو سوتے میں بھی دیدارِ رُخِ شبّیر ہو جائے
تو قابل رشک کرنے کے مری تقدیر ہو جائے

بنا کر میہماں حضرت کو بے دینوں نے مارا ہے
نہ کیوں قہرِ خدا محشر میں دامن گیر ہو جائے

اثر اتنا تو ہو دردِ غمِ شبّیر کا یارب
کہ جو نالہ بھی نکلے منہ سے عالم گیر ہو جائے

جنونِ عشقِ حیدر میں جہاں رکھ دوں جبیں اپنی
وہیں اک کعبۂ انسانیت تعمیر ہو جائے

عجب ابنِ علیؑ پر سانحہ گذرا ہے کربل میں
سنے جو ان کا افسانہ وہی دل گیر ہو جائے

بہائے صدقِ دل سے جو غمِ شبیرؑ میں آنسو
نہ وہ کیونکر جہاں میں لائقِ توقیر ہو جائے

غضب ہے گود میں شبیرؑ کی تیرِ ستم کھا کر
روانہ سوئے جنت اصغرِ بے شیر ہو جائے

جلا سکتی نہیں نارِ جہنم اس کو اے احمرؔ
خوشا وہ دل کہ جو وقفِ غمِ شبیرؑ ہو جائے

❊❊❊

عید کے دن

قید میں ذکر جو گلشن کا سنا عید کے دن
روتے روتے تھا بُرا حال مرا عید کے دن

دن خوشی کا ہے یہ موقع ہے خوشی کا اے دوست
سامنے میرے نہ یوں اشک بہا عید کے دن

کچھ تو بیمارِ محبت کو تسلّی ہوتی
رکھتے سینے پہ جو تم دستِ شفا عید کے دن

کام بن جائے تیرے مست کا محفل میں ابھی
دستِ نازک سے جو ساغر ہو عطا عید کے دن

اس میں شامل جو ہوا خونِ تمنّا میرا
اور کچھ شوخ ہوا رنگِ حنا عید کے دن

ہر طرف اس کا ہی جلوہ نظر آیا مجھ کو
اس قدر تھا وہ خیالوں میں بسا عید کے دن

خیریت خط کے بہانے ہی سے بھجوا دیتا
بھولنے والے نے یہ بھی نہ کیا عید کے دن

آپ کیوں اتنا پشیماں ہیں کئے پر اپنے
میں نے چاہی تو نہیں دادِ وفا عید کے دن

تیرِ بیداد چلا کر دلِ بسمل پہ مرے
آپ تڑپائیں نہ یوں بہرِ خدا عید کے دن

دیکھ کر پہلوئے اغیار میں ان کو احمؔر
کیوں رقابت سے جلے دل نہ مرا عید کے دن

❊❊❊

عید کے دن

ان کے آجائیں مرے گھر جو قدم عید کے دن
دور ہو جائیں سبھی رنج و الم عید کے دن

بزمِ جاناں میں لئے چلتا ہے اے دل تو مگر
کھلنے دینا نہ مرا کوئی بھرم عید کے دن

تھا یہ اندیشہ وہ خط پڑھ کے بگڑ جائیں گے
حالِ غم کیسے بھلا کرتا رقم عید کے دن

اتنی مے دے کہ رہیں ہوش میں سب اے ساقی
کسی مے کش کا بھی بہکے نہ قدم عید کے دن

چاہے احباب یا اغیار ہوں اللہ نہ کرے
ان کی آنکھوں سے بہے اشکِ الم عید کے دن

پاس آدابِ وفا اے دلِ مضطر رکھنا
آنے والا ہے مرے گھر وہ صنم عید کے دن

آج ہی اپنا بنا لیں یا ہمارے ہو جائیں
کس طرح ان سے یہ کہہ پائیں گے ہم عید کے دن

تیری دریا دِلی مشہور ہے دونوں جگ میں
ساغرِ شوق نہ دے مجھ کو تو کم عید کے دن

تیری تصویرِ خیالی کو سجا کر دل میں
کتنے پتھر کے تراشے ہیں صنم عید کے دن

بے وفا ہے اسے خط لکھنا سنبھل کر احمرؔ
دیکھ بہکے نہ کہیں تیرا قلم عید کے دن

❊❊❊

قطعات

(برائے تعزیت حضرت پرتولکھنوی اور سوز سکندر پوری)

یہ ارتحال حضرتِ پرؔتو کا ہے ملال
جتنے ہیں ہم جلیس وہ غم سے خموش ہیں
احؔمر سبھی بچھڑ گئے ان کو خدا رکھے
اب یادگارِ آرزو نوابؔ و ہوشؔ ہیں

❁

گلشن وہی ہے اور بہاریں بھی ہیں وہی
لیکن وہ رنگِ و بوئے گلستاں نہیں رہا
احؔمر اُداس اُداس سا بستانِ جرؔم ہے
نغمہ سرا جو سوؔزِ خوش الحاں نہیں رہا

❁❁❁

ان کی آنکھوں میں ذرا آج محبت جاگی
عشق کے دل میں مچلتی ہوئی حسرت جاگی
نور ہی نور ہے تا حدِّ نظر اے احمر
طالبِ دید کی سوئی ہوئی قسمت جاگی

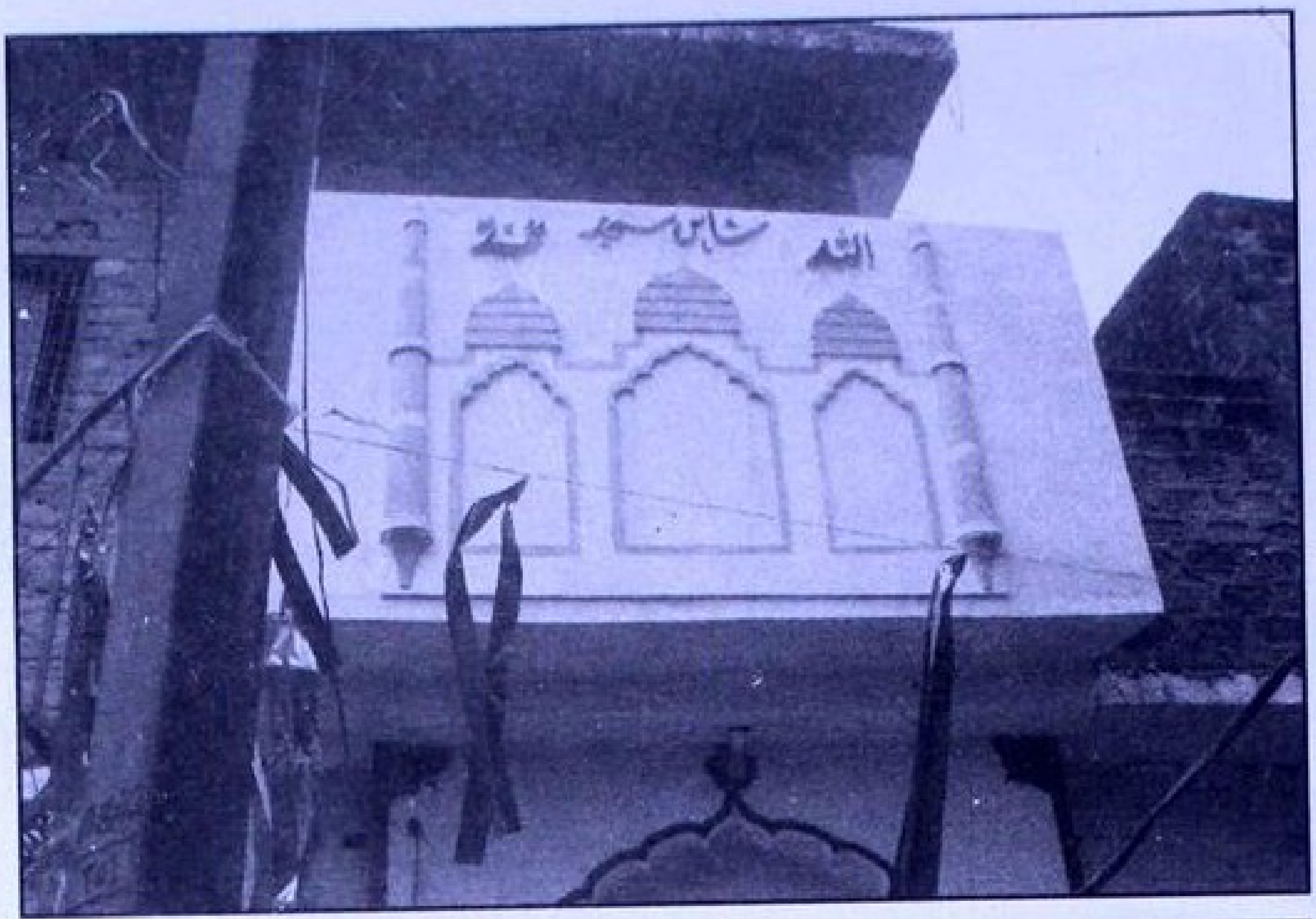
❁

دل بتوں سے لگا کے دیکھ لیا
ناز سب کا اُٹھا کے دیکھ لیا
عشق کیا ، حسن کیا ہے ، تم کیا ہو؟
اپنی ہستی مٹا کے دیکھ لیا

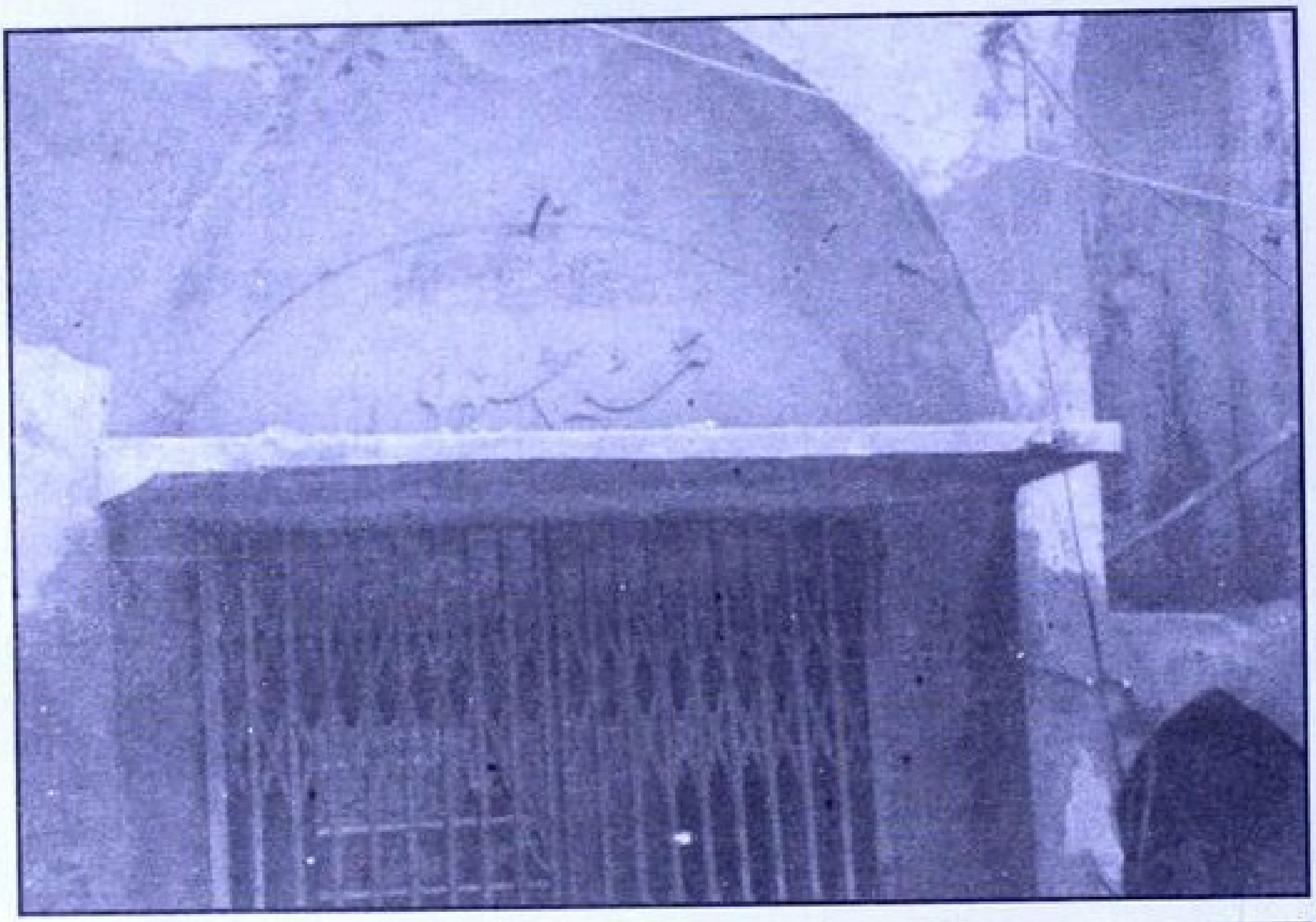
❁

اس نسبتِ اہم پر کیوں ناز ہو نہ مجھ کو
علامہ آرزو کے گلشن کا پھول ہوں میں
اُستادِ جرمؔ جن کو اہلِ سخن ہیں کہتے
واللہ اُن کے احمرؔ قدموں کی دھول ہوں میں

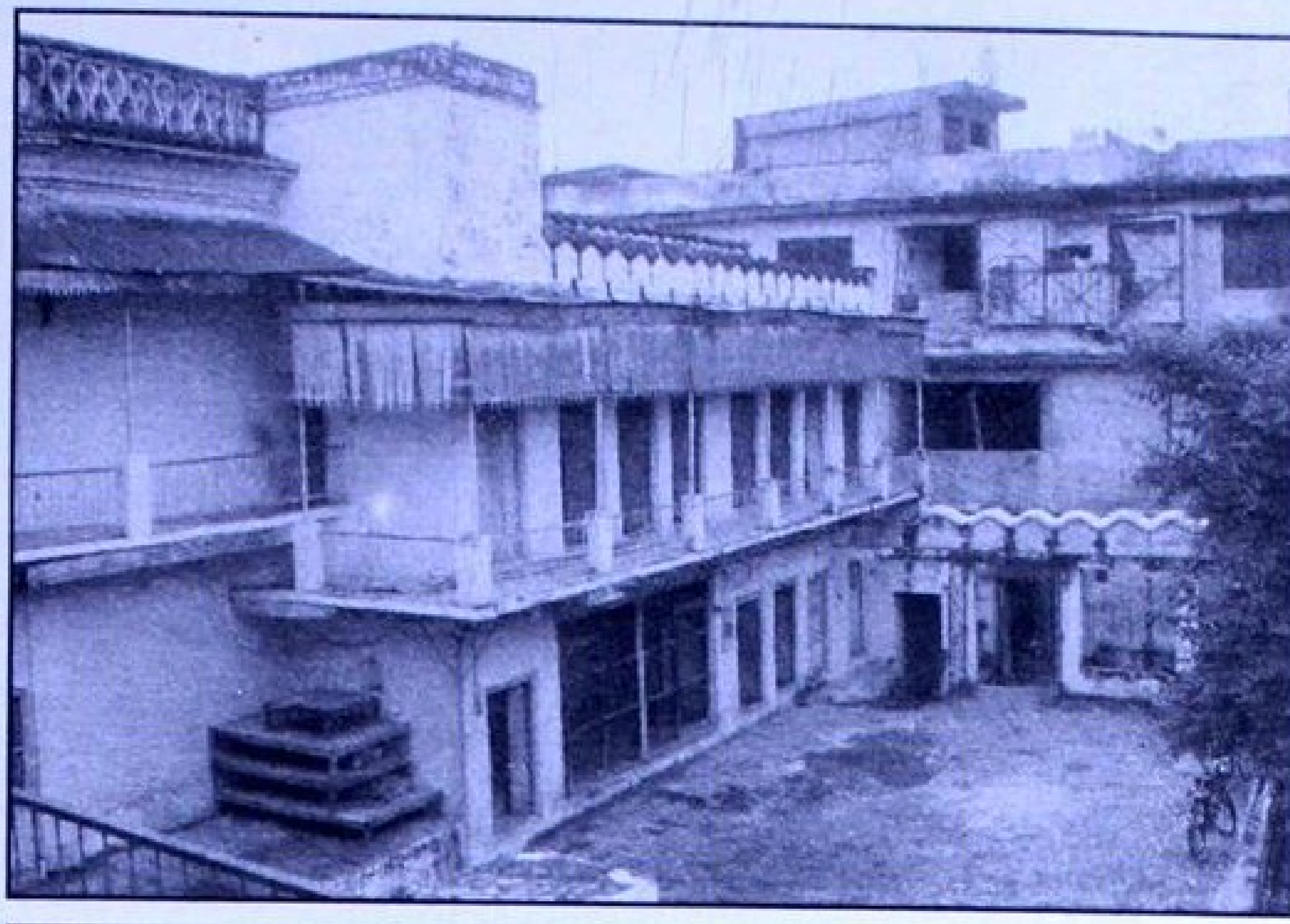
❁❁❁



شاہی مسجد، نادان محل، لکھنؤ، جہاں احمر لکھنوی نے پہلی بار نمازِ تراویح کی امامت کی



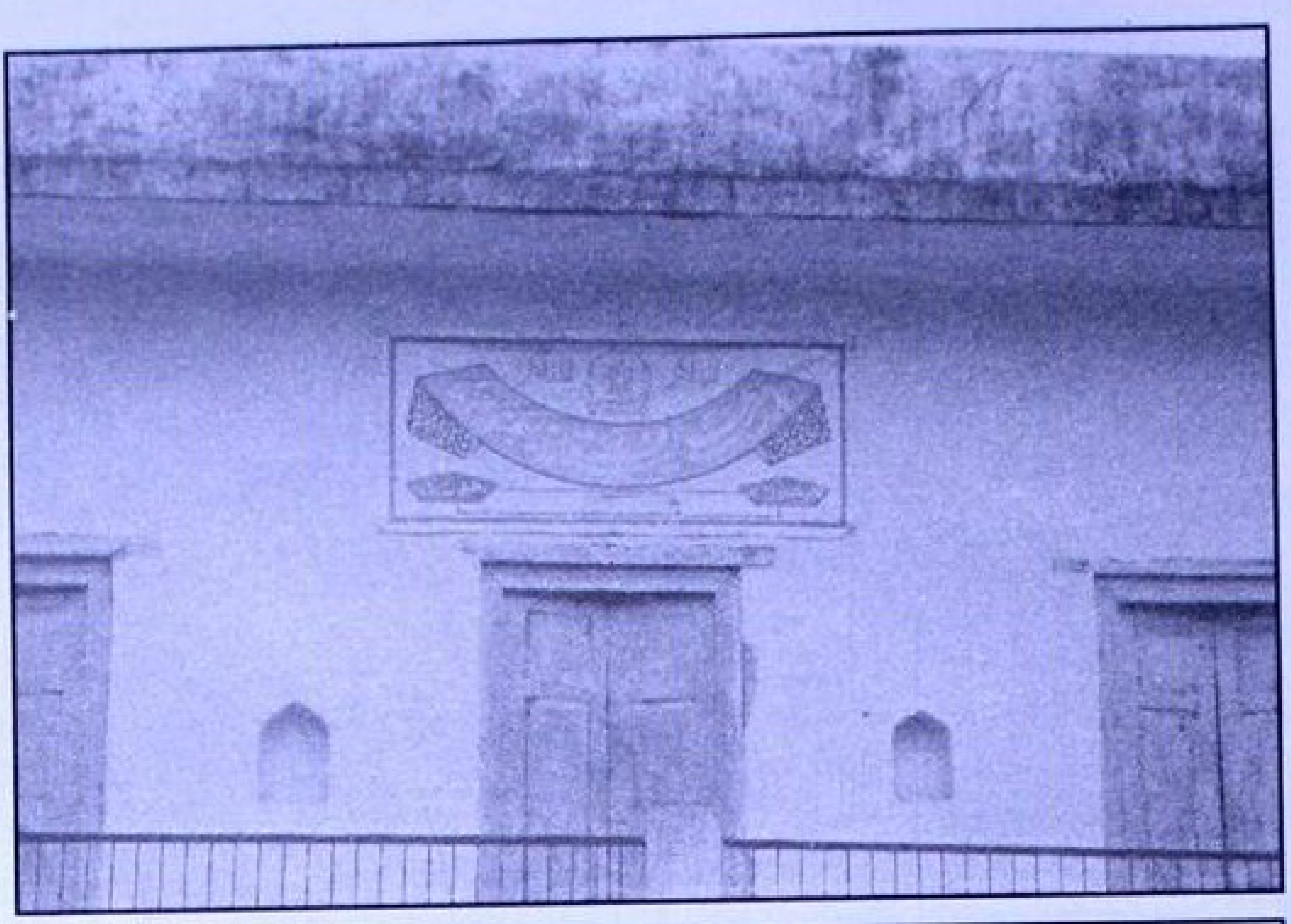
سنہری مسجد، نادان محل، لکھنؤ، جہاں احمر لکھنوی نے پہلا ختم شبینہ کیا



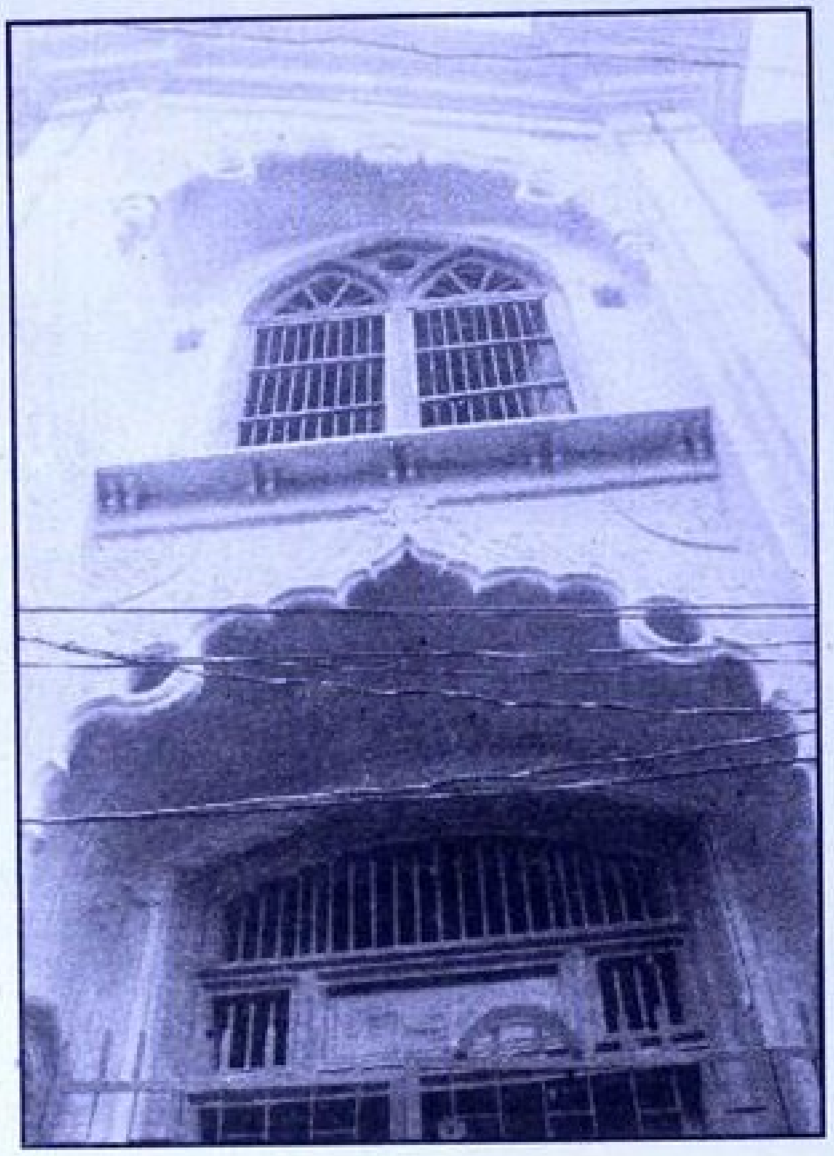
مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ کا اندرونی منظر



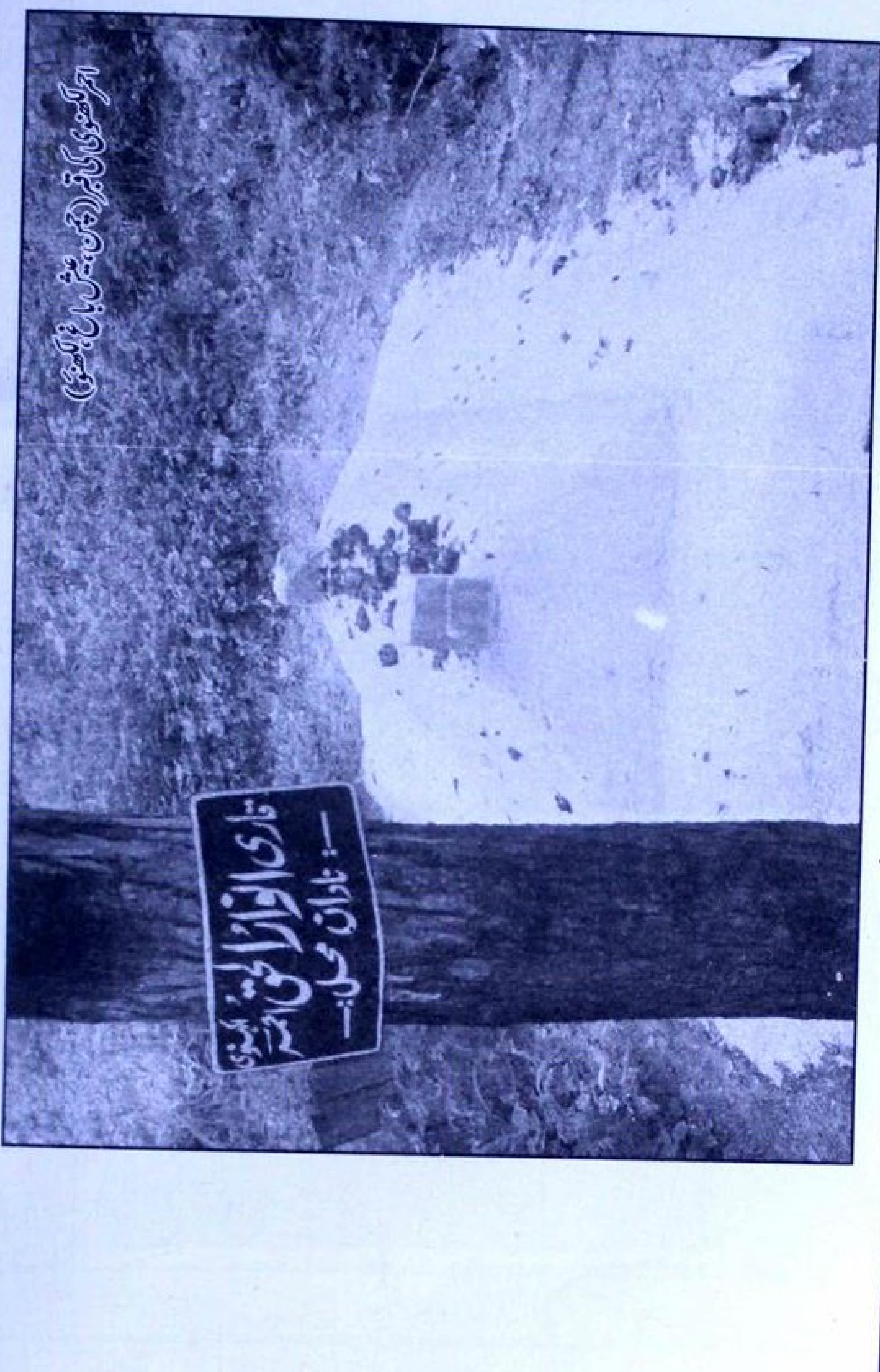
مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ کی ایک بیرونی تصویر



مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ کا اندرونی منظر



مدرسہ عالیہ فرقانیہ، لکھنؤ کا صدر دروازہ

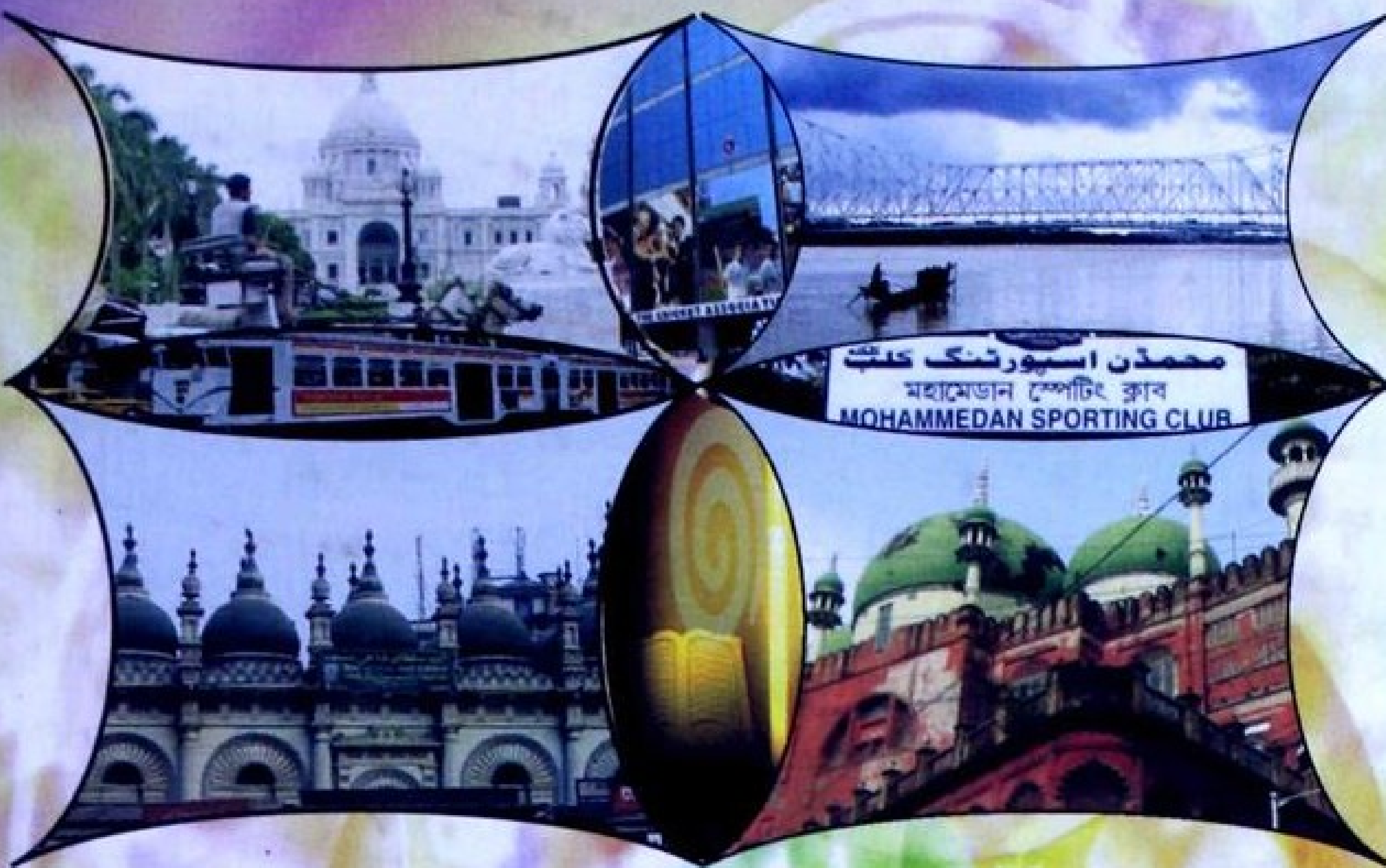


Deewan-e-Ahmer Lucknawi

Preface

Taiseer Mohammed

(Canada)



Edited & Compiled by

Dr. Omar Ghazali

PUBLISHER

FRIENDS BOOK DEPOT

37, Karl Marx Sarani, Kolkata - 700 023 (India)

ISBN 978-81-926937-8-1